عادل اسیر دہلوی

کم ظرف شاگرد

ایک پہلوان فن کشتی میں ماہر تھا۔ تین سو ساٹھ بہترین داؤ جانتا تھا۔ روزانہ ایک داؤ استعمال کرتا تھا۔ پہلوان کو اپنا ایک شاگرد بہت عزیز تھا۔ اس نے شاگرد کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا رکھے تھے لیکن ایک داؤ اس سے بچا رکھا تھا۔ بہر حال اس کا شاگرد پہلوانی کے فن میں ماہر ہو گیا۔ کسی کو اس سے مقابلے کی ہمت نہیں ہوتی تھی جس کی وجہ سے وہ مغرور ہو گیا اور ایک دن بادشاہ کے سامنے اس نے کہا کہ استاد کی فضیلت اور بزرگی بڑھاپے کی وجہ سے ہے اور کچھ استادی کا حق ہے ورنہ میں طاقت میں اس سے کم نہیں ہوں۔ اور کشتی کے فن میں اس کے برابر ہوں۔

بادشاہ کو اس کی بات بری محسوس ہوئی۔ اس نے شاگرد اور استاد کی کشتی کا حکم دے دیا۔ ایک بہت بڑے میدان میں مقابلے کا انتظام کیا گیا۔ بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان کشتی دیکھنے کے لیے آئے۔

مقابلہ شروع ہوتے ہی جوان شاگرد اپنی طاقت کے نشے میں چور جھومتا ہوا استاد کے سامنے آیا۔ استاد نے محسوس کر لیا کہ شاگرد نوجوان ہے قوت میں مجھ سے زیادہ ہے۔ اس لیے طاقت سے زیر نہیں ہوگا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے شاگرد پر وہی داؤ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا جو اس سے چھپا رکھا تھا۔ شاگرد کو اس کا توڑ نہیں معلوم تھا۔ اس لیے جیسے ہی استاد نے وہ داؤ استعمال کیا شاگرد چت ہو گیا لوگوں نے داد و تحسین سے شور برپا کر دیا۔ بادشاہ نے استاد کو خلعت اور انعام سے نوازا۔ شاگرد کی سرزنش کی اور ملامت کرتے ہوئے کہا "تو نے اپنے استاد اور محسن سے برابری کا دعویٰ کیا لیکن ناکام رہا۔"

شاگرد نے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت! استاد اپنی طاقت کی وجہ مجھ پر غالب نہیں ہوا بلکہ فن کشتی میں ایک خامی مجھ میں رہ گئی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر اس نے مجھے ہرا دیا۔"

بادشاہ نے پوچھا "وہ خامی کیا تھی؟"

شاگرد نے جواب دیا "استاد نے ایک خاص داؤ ہمیشہ مجھ سے بچا کر رکھا جسے استعمال کر کے آج وہ مجھ پر غالب آ گیا۔"

استاد نے کہا "میرے پیارے شاگرد وہ داؤ میں نے ایسے ہی کسی دن کے لیے بچا کر رکھا تھا کیونکہ عقل مندوں نے کہا ہے دوست کو اتنی قوت نہیں دینی چاہیئے کہ وہ دشمنی کے وقت تم پر غالب آ سکے۔"

ہر چھوٹا آدمی جو اپنے بڑے سے مقابلہ کرتا ہے بری طرح گرتا ہے اور پھر کبھی اٹھنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

۸۲۰۵
۱۲۸۱۰۰

6/-

LW/NP 58 **RIZWAN** R.N. 2416/57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018

Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی رح

زادِ سفر

یہ کتاب

بہترین مصلح مربّی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
احادیث ہیں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت
کرتے ہیں۔ بہترین کتابت
فوٹو آفسیٹ کی طباعت

مترجمہ

محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام

۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۲۱ | دسمبر ۱۹۹۷ء | شمارہ نمبر ۱۲

ایڈیٹر: — محمد حمزہ حسنی

معاونین: — اُمامہ حسنی ❖ میمونہ حسنی

اسحٰق حسینی ندوی ❖ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

* برائے ہندوستان: — ۷۰ روپے
* غیر ملکی ہوائی ڈاک: — ۲۵ امریکی ڈالر
* فی شمارہ: — ۶ روپے

فون نمبر 270406

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں ❖

PH. 270406

ماہنامہ رضوان ۱۲۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے ۔۔۔۔۔ مدیر ۔۔۔۔۔ ۳

کتاب ہدایت ۔۔۔۔۔ مولانا محمد منظور نعمانی ۔۔۔۔۔ ۵

حدیث کی روشنی ۔۔۔۔۔ امتہ اللہ تسنیم رح ۔۔۔۔۔ ۷

پیغمبرانہ دعوت کا مزاج ۔۔۔۔۔ محمد اعظمی ۔۔۔۔۔ ۹

امہات المومنین رض اور سرور دو عالم ﷺ ۔۔۔۔۔ پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد ۔۔۔۔۔ ۱۵

رحمت کا پیغام ۔۔۔۔۔ بیگم یاسمین طلعت آفاق ۔۔۔۔۔ ۲۲

قرآن مجید میں بچوں کے حقوق ۔۔۔۔۔ مولانا عبد اللطیف مسعود ۔۔۔۔۔ ۲۴

فاروق اعظم رض کی سماجی فکر ۔۔۔۔۔ پروفیسر بدر الدین الحافظ ۔۔۔۔۔ ۲۹

ساس بہو میں حسن سلوک ۔۔۔۔۔ بیگم سید اصغر حسین ۔۔۔۔۔ ۳۲

جذبۂ انتقام ۔۔۔۔۔ حافظ خلیل احمد تونسوی ۔۔۔۔۔ ۳۴

سوال جواب ۔۔۔۔۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۔۔۔۔۔ ۳۶

نعت مصطفیٰ ﷺ ۔۔۔۔۔ عابد جلال آبادی ۔۔۔۔۔ ۳۷

دسترخوان ۔۔۔۔۔ بیگم خان محبوب طرزی ۔۔۔۔۔ ۳۸

کیا آپ جانتے ہیں؟ ۔۔۔۔۔ سمیہ خالد ۔۔۔۔۔ ۳۹

نعت رسول کریم ﷺ ۔۔۔۔۔ شاہ نفیس الحسینی مدظلہٗ ۔۔۔۔۔ ۳۹

بچوں کا گوشہ ۔۔۔۔۔ عادل اسیر دہلوی ۔۔۔۔۔ ۴۰

اپنی بہنوں سے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں کسی بندے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکیں گے جب تک اس سے چار باتوں کا جواب نہ طلب کرلیا جائے۔ (ان چار باتوں میں سے ایک بات یہ ہے) مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

مال خدا کا ایک عظیم عطیہ اور وہ ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے جس سے دنیا و آخرت کے بے شمار کام ہوتے ہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور شکر یہ ہے کہ اس کو صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے اور صحیح طریقہ سے کمایا جائے یہ ہے اس کی صحیح قدر و قیمت مال کے کمانے اور خرچ میں بے احتیاطی، مال کی بڑی بے قدری اور خدا کی نعمت کی بڑی ناشکری ہے۔ جو لوگ غلط طریقوں سے مال حاصل کرتے ہیں یا حرام طریقہ سے روپیہ پیسہ کماتے ہیں وہ خدا کے ناشکر گزار اور خدا بیزار بندے ہوتے ہیں اور پھر ایسے مال کا نتیجہ بھی اکثر خراب ہوتا ہے۔ مال جس طرح آتا ہے اسی طرح چلا جاتا ہے مثل مشہور ہے "مال حرام بود بجائے حرام رفت" ان کی روزی میں کوئی برکت نہیں ہوتی بلکہ ایسا مال بعض دفعہ وبال جان بن جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان مرد و عورت کماتے وقت اور خرچ کرتے وقت اس کو ضرور سوچ لے کہ یہ مال کس طریقہ سے آرہا ہے اور کس راستہ سے جا رہا ہے یہ سب ہی جانتے ہیں کہ ناجائز طریقے کیا ہیں؟

(باقی صفحہ ۴ پر)

بقیہ: اپنی بہنوں سے

شال کے طور پر یوں سمجھیے کہ چوری کا مال، غصب کا مال، رشوت کا مال، سودی مال، جھوٹ بول کر یا ملاوٹ کر کے ناپ تول میں کمی کر کے کمایا ہوا مال، مستحقین کے نام سے زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ، چرم قربانی وغیرہ کی رقم حاصل کر کے اپنے تصرف میں لانا، جعلی پیر یا فقیر بن کر جاہلوں اور سادہ لوحوں کو لوٹنا، ان کے عقائد اور ایمان برباد کرنا، جھوٹی گواہی دے کر یا دلا کر روپیہ وصول کرنا دھوکہ اور فریب دے کر ہتھیایا ہوا مال ناجائز اور حرام ہے۔ ایسے مال میں ایسی تجارت میں ایسی جائیداد میں نہ کوئی برکت ہوتی ہے نہ خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یہ مال ایک چھاؤں ہے ابھی آیا ابھی گیا اس دنیا میں چاہے یہ ساتھ دے جائے لیکن آخرت میں وبال جان بن کر رہتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ ایسی مثالیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں کہ اس طرح کے مال دار لوگ دنیا میں بھی خراب نتیجہ دیکھتے ہیں۔

اسی طریقہ سے اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ مال کہاں خرچ ہو رہا ہے۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ مال تو صحیح طریقہ سے حاصل کیا گیا مگر خرچ غلط جگہ ہوا یا ناجائز کام کیا گیا اور اس میں وہ مال خرچ کیا گیا جیسے اسراف، غلط رسوم، رشوت دینا یا مال سے غلط کام کرنا، یہ طریقہ بھی ہلاک اور ایمان کے لیے زہر ہے اس طرح خرچ کرنے سے آخرت تو برباد ہوتی ہی ہے مگر دنیا بھی بگڑتی ہے صدہا مثالیں ایسی ملیں گی اور ہر خاندان میں ملیں گی کہ کل کے دولت مند آج کے مفلوک الحال ہیں کل جن کے یہاں شادیانے بجتے تھے آج ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں، کل جن کی ڈیوڑھی پر ہاتھی بندھتے تھے آج ان کے پیر میں جوتا بھی صحیح سلامت نہیں۔ یہ ساری صورتیں مال کی ناقدری اور غلط جگہوں پر خرچ کرنے کا نتیجہ ہیں۔ اگر آپ کو اس میں شک ہے تو خدارا اپنے خاندان کی شادیوں، رسوم و رواج کے موقعوں پر جیسے عقیقہ، ختنہ، تسمیہ خوانی، منگنی اور دوسرے مواقع کا جائزہ لیجیے تو آپ بآسانی سمجھ جائیں گی۔

(م۔ ش)

ایک گذارش

ماہنامہ "رضوان" جو ۴۸ برس سے الحمدللہ مسلسل شائع ہو رہا ہے اب خسارہ سے دوچار ہے کئی برس سے اس حالت میں شائع ہو رہا ہے کہ ہر وقت بند ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اور یہ حالت صرف اس وجہ سے ہے کہ خریدار بہن بھائی اپنا سالانہ چندہ پابندی سے نہیں بھیجتے اور ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کئی کئی سال کے بقایا دار ہیں، اگر خریدار اپنا بقایا اور آئندہ کا چندہ بھیج دیں تو رسالہ کا سب نقصان پورا ہو جائے گا اور رسالہ آسانی سے نکلتا رہے گا

ادارہ اب اس سنگین نقصان دہ صورت حال کو اب مزید برداشت نہیں کر سکتا اور نہ قرض لے کر رسالہ کو جاری رکھ سکتا ہے کہ آخر قرض ادا کہاں سے ہوگا۔

اگر خریدار بہن بھائی رسالہ کو جاری رکھنا مفید سمجھتے ہوں، تو اس طرف فوری توجہ کریں اور نہ صرف اپنا بقایا چندہ بھیجیں بلکہ نئے خریدار بھی مہیا کریں تاکہ دین کی یہ خدمت جاری رہ سکے بصورت دیگر اپنی رائے ضرور لکھیں کہ ہم رسالہ جاری رکھیں یا بند کر دیں۔

(ایڈیٹر)

مولانا محمد منظور نعمانی

تقویٰ

تقویٰ کی نشانیاں اور اہل تقویٰ کے اوصاف

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے تقویٰ دراصل دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے، پھر اس کیفیت کے دل میں ہونے سے آدمی احتیاط اور پرہیزگاری کی جو زندگی گزارتا ہے اس کو بھی تقویٰ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کی عملی زندگی پر تقویٰ کے کیا اثرات ہوتے ہیں اور اہل تقویٰ کی خاص علامات اور نشانیاں کیا ہیں، چند آیتیں اس سلسلے کی بھی پڑھ لیجیے ـــــ سورۂ بقرہ کے بالکل شروع ہی میں ارشاد ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝ (البقرہ ع-۱)

یہ کتاب (قرآن مجید) ہدایت ہے متقی بندوں کے واسطے (وہی اس سے نفع اٹھائیں گے یہ متقی بندے وہ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ) وہ بن دیکھی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور خوب اچھی طرح نماز ادا کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں بھی) خرچ کرتے ہیں۔

یہاں اہل تقویٰ کی موٹی موٹی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک اللہ کے رسول کی بتلائی ہوئی ان غیبی حقیقتوں کو دل سے ماننا اور ان پر ایمان لانا جن کو آدمی بطور خود نہیں جان سکتا (مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قیامت و آخرت اور جنت دوزخ وغیرہ) دوسرے نماز اچھی طرح ادا کرنا اور تیسرے اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اس کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ کرنا۔ پس جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک بات نہ پائی جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ پھر اسی سورۂ بقرہ میں آگے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(بقرہ ع-۲۲)

اصل نیکی کرنے والے (جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت ہے) وہ بندے ہیں جو ایمان لائے سچے دل سے اللہ پر اور یوم آخر پر اور ملائکہ پر، اور اللہ کی کتاب پر اور نبیوں پر، اور اپنا محبوب مال انھوں نے اللہ کی محبت میں (اس کے حکم کے مطابق) دیا، اپنے (صاحب حاجت) اہل قرابت کو اور عام یتیموں، مسکینوں کو اور (ضرورت مند) مسافروں اور سائلوں کو، اور (خرچ کیا) غلاموں کی رہائی میں اور اچھی طرح قائم کی انھوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو جبکہ کسی سے کوئی عہد کریں اور صبر کرنے والے

تنگی اور تکلیف و مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں یہی ہیں راست باز اور متقی بندے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ راست باز اور متقی وہ لوگ ہیں جن میں تقویٰ کے آثار اور نشانیاں پائی جائیں۔ وہ ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور یوم آخرت پر اور اللہ کے فرشتوں اور اللہ کی کتابوں پر اور نبوت کے پورے سلسلے پر اور مال کی محبت اور چاہت کے باوجود اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے وہ اس کو بے دریغ خرچ کرتے ہوں، اپنے حاجت مند قرابت داروں پر، عام مسکینوں، یتیموں پر اور ضرورت مند مسافروں اور سائلوں پر اور اللہ کے بندوں کو قید غلامی سے آزاد کرانے پر۔ نیز وہ پوری فکر کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں، زبان کے "سچے" اور وعدے کے "پکے" ہوں اور اللہ کے حکم کے مطابق اور اس کی راہ میں تنگیاں اور سختیاں جھیلنے والے اور حق پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہوں ــــ اور سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۥ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ع۔۱۴)

لوگو! تیزی سے بڑھو اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور اس وسیع جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے وہ ان متقی بندوں کے لیے تیار کی گئی ہے (جن کی سیرت یہ ہے کہ) وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، خوشحالی میں بھی اور تنگی اور تکلیف میں بھی، اور جو آپس کے اختلافات و نزاعات میں غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ ایسے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ بندے بھی مقبول ہی میں شامل ہیں اور جنت کے وہ بھی مستحق ہیں) جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی اتفاق سے کوئی شرمناک بات ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آجاتا ہے پھر وہ اس سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ اور کون ہے سوا اللہ کے جو بخشے گناہوں کو ــــ اور پھر وہ اس گناہ سے باز رہتے ہیں) اور دیدہ و دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے (اور اس کو اپنی عادت نہیں بناتے)۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کی علامات اور صفات یہ بیان کی گئی ہیں کہ وہ خوشی اور راحت اور تکلیف و مصیبت دونوں حالتوں میں خدا کو یاد رکھتے اور اس کے احکام کے مطابق اس کی راہ میں اپنا کمایا ہوا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں غصے کو پی جانے والے اور قصورواروں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا گیا ہے کہ:۔ اور جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی شیطان کے دھوکہ یا نفس کے فریب میں آکر ان سے کوئی ناشائستہ حرکت یا کوئی معصیت سرزد ہو جاتی ہے تو انھیں اللہ اور اس کا عذاب یاد آجاتا ہے اور پھر وہ سچے دل سے اس سے معافی مانگتے ہیں، اور گناہ کو وہ عادت نہیں بناتے، وہ بھی مقبول ہی میں شمار ہیں اور یہی آخری بات سورۂ اعراف میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۤئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف ع۲۴)

جن بندوں کے دلوں میں تقویٰ ہوتا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی شیطان کی

(باقی صفحہ ۸ پر)

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

توبہ

توبہ کی فضیلت و قبولیت

حضرت عمران بن الحصینؓ سے روایت ہے کہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی: کہا یا رسول اللہؐ میں نے ایسا جرم کیا ہے کہ میں سزا کی مستحق ہو گئی۔ پس آپ حد قائم کیجیے (شرعی سزا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا "اس کے ساتھ اچھا سلوک کر جب اس کے بچہ پیدا ہو جائے تو لے آنا۔ ولادت کے بعد وہ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اس پر باندھ دو، پھر اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ سنگسار کر دی گئی پھر آپ نے اس کے جنازہ پر نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں یہ تو گنہگار تھی آپ نے فرمایا اس نے توبہ کر لی اگر اس کی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو سب کے لیے کافی ہو۔ تم نے اس سے افضل کسی کو دیکھا ہے جس نے اپنی جان اللہ کے حضور میں پیش کر دی (مسلم)

آدمی کی ہوس اور توبہ کا امکان

حضرت ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدم کے بیٹوں کو سونے کی ایک گھاٹی دی جائے تو وہ چاہیں گے کہ دو گھاٹیاں اور مل جائیں اور ان کے منھ کو سوا مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

قتل کے بعد توبہ اور شہادت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے دو آدمیوں پر ہنستا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں اور دونوں جنت میں داخل ہوں۔ ایک اللہ کے راستہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے پھر دوسرا اسلام لاتا ہے اور اللہ کے سامنے قتل سے توبہ کرتا ہے پھر وہ بھی شہید ہو جاتا ہے۔

صبر

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (جز ۴۔ سورہ آل عمران۔ ع۔ ۲۰)

اے ایمان والو صبر کرو اور تھام رکھو ایک دوسرے کو اور عبادت میں دل لگائے رہو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(جز ۲۔ سورۂ بقرہ ع ۲۰)

ہم تم کو کچھ چیزوں کے ساتھ آزمائیں گے ڈر اور بھوک سے مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصانات سے اور خوش خبری دو صبر کرنے والوں کو۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (جز ۲۳، سورۂ زمر ع ۲۰)

صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰالِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِہ (جزء ۲۵ سورہ شوریٰ ع ۴)

جس نے صبر کیا اور معاف کیا، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

وَاسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوٰةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ہ

(جزء ۲۔ سورہ بقرہ ع ۱۹)

صبر سے اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَ اَخْبَارَكُمْ

(جزء ۲۶۔ سورہ محمد ع ۴)

ہم تم کو آزمائیں گے یہاں تک کہ جان لیں تم میں سے کوشش و جہاد کرنے والوں کو اور صابروں کو اور آزمائیں گے تمہاری خبروں کو۔

صبر کی فضیلت

حضرت ابو مالکؓ بن عاصم الاشعری سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ ہر شخص ہر روز اپنے نفس کا سودا کرتا ہے یا تو اس کو آزاد کر لیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (مسلم)

صبر سے زیادہ کسی چیز میں بھلائی کی گنجائش نہیں

حضرت ابو سعیدؓ سعد بن مالک بن سنان الخدریؓ سے روایت ہے کہ چند انصاریوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ نے ان کو دیا، پھر انھوں نے مانگا، پھر آپ نے دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا سب دے دیا۔ پھر فرمایا میں تم سے کچھ اٹھا نہیں رکھتا۔ جو خوددار رہنا چاہے گا اللہ اس کو خوددار رکھے گا اور جو استغنا چاہے گا اللہ اس کو غنی کرے گا اور جو صبر کرے گا اللہ اس کو صبر دے گا اور کسی کو کوئی چیز صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نہیں دی گئی۔

(بخاری۔ مسلم)

صبر و شکر

صہیبؓ بن سنان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی خوب ہے، یہ مومن ہی کی خصوصیت ہے جب اس کو خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے پس اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور جب مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ (مسلم)

مرض وفات کی بیچینی اور صبر

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو بے چینی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے والد کیسے بے چین ہیں آپ نے فرمایا اس کے بعد تمہارے والد کبھی بے چین نہ ہوں گے، جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے باپ آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول کر لی اے باپ جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے اے باپ ہم جبریل کو آپ کی وفات کی خبر دیں گے۔ جب آپ دفن کیے گئے تو حضرت فاطمہ نے لوگوں سے کہا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے اچھا لگا۔

(بخاری)

بقیہ: کتاب ہدایت

طرف سے کوئی چرکہ ان کو لگتا ہے (اور وہ خبیث ان پر کمند ڈالتا ہے) تو فوراً ہی ان میں چونک پیدا ہوتی ہے اور ان کی ایمانی بصیرت بیدار ہو جاتی ہے (اور پھر وہ اس کے جال سے نکل جاتے ہیں)

محترم محمد اعظمی۔ مئو یوپی

پیغمبرانہ دعوت کا مزاج

یہ سنت جاریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے انسانوں میں کچھ لوگوں کو منتخب کر کے ہدایت و دعوت کا فریضہ ان کو سونپتا ہے تا کہ بنی نوع انسان کو ان کی حقیقی صلاح و فلاح اور دائمی شرف و سعادت کا راستہ سمجھائیں اور بتائیں۔ یہ منتخب ہستیاں انبیاء و رسل اور ان کے وارثین علماء و مصلحین کے روپ میں دعوت کا کام کرتی ہیں، منصب نبوت و دعوت سنبھالنے سے پہلے ان کو اپنے مزاج کی ساخت و پرداخت اور تیاری و پختگی کے مرحلے سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال مابعث الله نبيا الا رعی الغنم فقال اصحابه وانت فقال نعم كنت ارعاها علی قراريط لاهل مكة

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا، کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں، فرمایا کیوں نہیں میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتا تھا۔"

بکریوں کی چرواہی بہ نسبت اور حیوانات کے بہت زیادہ صبر و تحمل اور محنت و شفقت کی محتاج ہوتی ہے، ان کی چرواہی کا کام کرنے سے مزاج میں نرمی و خیر خواہی اور صبر و تحمل کے عناصر مستحکم اور ٹھوس ہو جاتے ہیں، اس مزاج سازی کے بعد کار نبوت و دعوت انجام دینا آسان اور قوم کی رہنمائی و چرواہی کا بار گراں اٹھانا سہل ہو جاتا ہے اس لیے پیغمبرانہ دعوت کا مزاج قوم کی سچی خیر خواہی، بے لوث اخوت و ہمدردی، تعلیم و تربیت اور علم و عمل جیسے عناصر سے مرکب ہوتا ہے، یہ ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم نے پیغمبرانہ دعوت کی نقل پیش کر کے ہر شک و شبہ سے بالاتر کر دیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے داعیانہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا

(ابلغكم رسلت ربی وانصح لكم)

میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔

پھر دعوت و تبلیغ کی مساعی کے بارے میں ماللبے غرضی کا اعلان اس طرح فرمایا،

(ويقوم لا اسئلكم عليه مالاً ان اجری الا علی الله)

اے میری قوم دعوت و تبلیغ پر میں تم سے مال نہیں مانگتا میری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا

(ابلغكم رسلت ربی وانا لكم ناصح امين)

میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارے لیے لائق اعتماد خیر خواہ ہوں۔

"(وما اسئلكم عليه من اجر ان اجری الا علی رب العالمين)

میں تم سے دعوت و تبلیغ کے بدلے کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری اللہ رب العالمین کے یہاں لے گد"

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا

(ویقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولکن لاتحبون الناصحین)۔

اے میری قوم! میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمھاری خیر خواہی کی، لیکن تم خیر خواہوں کی قدر نہیں کرتے

"(وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین)۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا

(یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم)

اے میری قوم! میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا اور تمھاری خیر خواہی کر چکا۔

(وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قول بھی یہی ہے

(وما اسألکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین)

الغرض انسان کی فلاح وسعادت کے لیے بے غرض خیر خواہانہ اور ہر قسم کی دنیاوی حرص وطمع سے پاک بے لوث دعوت و تبلیغ ہر نبی کا شعار تھا یہاں تک کہ آخری نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ دعوت و تبلیغ میں اپنی مالی بے غرضی اور خیر خواہانہ دردمندی کا اعلان کرکے اتمام حجت فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ماسالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ)

اے نبی آپ کہہ دیں کہ میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہو تو اسے اپنے پاس رکھو میرا صلہ تو اللہ کے یہاں ہے۔"

پیغمبرانہ دعوت کا یہ کام صرف خلوص اور سچی خیر خواہی کے جذبہ پر منتہی نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کی فلاح یابی اور سعادت نوازی اس کی منزل ہوتی ہے جہاں تک پہنچنے کے لیے دعوتی مساعی اگر ناکام ہوتی معلوم ہوں تو دل سوزی و دردمندی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ پیغمبر اور حق کا داعی اپنی جان کی ہلاکت سے بھی بے پرواہ ہو جاتا ہے قرآن کریم میں اس سچی تڑپ کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے۔

(فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنو ابھذا الحدیث اسفا)

اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہیں لائیں گے تو شاید آپ ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔"

(ولعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین)۔ "شاید آپ اس غم میں ہیں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے خودکشی کر لیں گے۔"

پیغمبرانہ دعوت کا یہ پر خلوص اور سچا خیر خواہانہ مزاج اتنا بلند اور اکمل ہوتا ہے کہ اگر کبھی بہ تقاضائے بشریت اس مزاج کا کوئی عنصر ڈھیلا ہو جاتا اور تنگ دلی کی ادنیٰ ترین کیفیت پائی جاتی تو فوراً قدرت کی طرف سے بطور تنبیہ و تادیب توجہ دلائی جاتی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کچھ اپنوں بالخصوص اپنے ایک لخت جگر کے بارے میں طوفان سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اس پر صریح تنبیہ نازل ہوئی۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا "ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو"

(فلا تسئلن مالیس لک بہ علم) "جس بات کا تم کو علم نہیں اس کا سوال نہ کرو۔"

حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کو ہلاک کرنے کے لیے جب فرشتے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے بحث شروع کر دی اور اپنی نرم مزاجی اور رحم دلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ سفارش کرنا چاہتے تھے اس کے جواب میں یہ حکم نازل ہوا کہ (ابراھیم اعرض عن ھذا) اے ابراہیم یہ خیال چھوڑ دیجئے۔"

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو حق کی دعوت دی جس کو قبول کرنے کے بجائے قوم کی سرکشی بڑھتی گئی۔ یونس علیہ السلام تنگ آکر بددعا کر بیٹھے اور غصہ میں بھرے ہوئے بستی چھوڑ کر نکل گئے۔ اللہ کے حکم کا انتظار نہیں کیا اس پر اللہ کی طرف سے دارو گیر شروع ہو گئی اور مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے۔

(واذالنون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ فنادی فی الظلمت ان لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین)

"اور مچھلی والا حضرت یونس علیہ السلام جب غصہ میں بھرا ہوا چلا گیا پس گمان کیا کہ ہم اس کو پکڑ نہیں سکیں گے پھر اس نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو بے عیب ہے میں ہی گنہگاروں میں سے ہوں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جھٹلانے والوں کے معاملے میں کبیدہ خاطر اور تنگ دل ہوتے تو حضرت یونس علیہ السلام کی مثال دے کر آپ کو خبردار کر دیا جاتا۔ (فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت)۔ "آپ استقلال کے ساتھ اپنے رب کے حکم کو دیکھیں اور مچھلی والے (یونس) جیسے نہ بنیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سرداران قریش کو دعوت و تبلیغ فرما رہے تھے، اس وقت ایک نابینا صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! فلاں آیت کیسی ہے۔ اس کے متعلق مجھ کو بھی کچھ بتائیے وغیرہ،" ان کا یہ بے موقع آنا اور سوال کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گذرا اور اس توقع کو ٹھیس پہنچی کہ با اثر سردار سمجھانے سے اسلام قبول کر لیں گے تو بہت لوگ مسلمان ہو جائیں گے، یہ نابینا صحابی بہر حال مسلمان ہیں ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہر وقت رہتے ہیں یا اتنا نہیں سمجھتے کہ میں ان بڑے بڑے سرداروں سے ہٹ کر ان کی طرف توجہ کروں گا تو یہ لوگ میری بات سننا گوارا نہیں کریں گے غرض آپ کی تیوری چڑھ گئی اور نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ حق تعالیٰ کو یہ انداز تبلیغ ناگوار ہوا۔ آپ پر بطور تنبیہ یہ آیات نازل فرمائیں۔

"عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمی"

(ترش رو ہوئے اور منہ پھیر لیا اس بات سے کہ اس کے پاس نابینا شخص آیا۔"

دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں اس قسم کی صورت واقع ہونے پر جو تنبیہی آیات نازل ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ (ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ الآیۃ) ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اپنے پاس سے دور مت کرو۔"

معلوم ہوا کہ پیغمبرانہ دعوت کا مزاج اس قدر لطیف اور نازک ہے کہ کسی دنیاوی نشیب و فراز کو قبول کرنے کا تصور بھی اس کے لیے مضر ہے چاہے دنیاوی سیادت و ریاست کا جلال ہو چاہے غریبی و شکستہ حالی کا اضمحلال، دعوت حق کے افادہ و استفادہ میں کسی کو کوئی ترجیح حاصل نہیں ہے کیونکہ دعوت و تبلیغ کا مقصد صرف انسانیت کی دائمی فلاح و سعادت کا حصول ہے عام سیاسی، معاشی، سماجی اور اصلاحی تحریکات کی ظاہری سج دھج اور وقتی مفاد پرستی سے مختلف ہوتا ہے اور اس جہد مسلسل کو مستلزم ہوتا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی سرزمین کو کفر و شرک سے پاک کیا جائے اور ضلالت و جہالت کی ظلمتوں میں بھٹکتی قوم کو راہ راست پر لاکر اس کے قلب و نظر کو نور ہدایت سے منور کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو مخالفوں کو خیر خواہی اور حسن سلوک کی قوت سے مسخر کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ بندگان خدا ایک معبود حقیقی کی ماتحتی میں باہمی اخوت و محبت اور امن و آشتی کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کریں اور کائنات ارضی کو لا الہ الا اللہ کی پر جلال صدائے حق سے معمور کریں۔ قرآن کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خیر خواہانہ دعوت کے جواب میں جب ان کی قومیں شر پسندی اور سرکشی پر آمادہ ہو کر ان کی اذیت رسانی اور جاں ستانی کی تدبیریں کرنی شروع کر دیتی

ہیں ایسے وقت میں بھی پیغمبرانہ دعوت کا مزاج آتش انتقام سے مشتعل ہونے کے بجائے قوم کی ہدایت وسعادت کے لیے بے چین ہوتا ہے لیکن جب شر پسند قومیں احترام انسانیت کی حدود پھاند کر خیرخواہانہ دعوت کے مقابلے پر اتر آئیں تو حق وانصاف کا تقاضا ہے کہ ان کو دفاعی قوت کے ذریعہ روک لگائی جائے تاکہ دنیائے انسانیت تحفظ و سلامتی اور عزت و وقار کی پرسکون فضا میں آباد و شاد رہے۔

تعلیم و تربیت اور علم و عمل کا اتحاد

پیغمبرانہ دعوت کے مزاج میں ایک اہم عنصر تعلیم و تربیت کی ہم آہنگی اور علم و عمل کا اتحاد و ارتباط ہے، پہلے مرحلے میں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو انسانی زندگی کی سعادت اور شقاوت سے روشناس کرایا جاتا ہے اور جب اس کے مثبت اثرات قوم کے حالات پر مرتب ہوتے ہیں اور عقائد باطلہ سے تائب ہو کر نور اسلام سے لوگوں کے قلوب منور ہو جاتے ہیں تو تعلیم و تربیت اور تزکیہ کا عمل شروع ہوتا ہے، عقائد، عبادات، معاملات اخلاق و عادات اور زندگی کے تمام گوشوں کو اسلام کے پاکیزہ و شائستہ اصول و ضوابط کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے جب تک تعلیم کے ساتھ تزکیہ و تربیت اور علم کے ساتھ عمل کی ہم آہنگی اور رشتہ داری نہ ہو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ پیغمبرانہ دعوت کے اس خصوصی عنصر کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ (لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة)۔ (هوالذى بعث فى الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة)

"وہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں کا رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

دعوت نبوی میں تعلیم و تربیت کی اتحادی قوت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ عرب میں اسلامی، اصلاحی سماجی تہذیبی اور اخلاقی انقلاب باطل قوتوں کے لیے ایک چیلنج بن گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تصادم و تقاتل کے لیے حق پرستوں کو للکارا گیا اور ان کو جنگ پر مجبور کر دیا گیا تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت دی گئی۔

(اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا)

"جنگ کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی ہے جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔"

(وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين)۔۔۔

"تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

انسان کی فطرت ہے کہ زیادہ محبت اور زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز کرتا ہے اور جذبات سے بے قابو ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے، بالخصوص حالت جنگ میں کسے ہوش رہتا ہے کہ حریف سے انتقام لینے کے وقت عدل وانصاف کا کوئی پلہ ظلم و زیادتی کی طرف جھک تو نہیں گیا ہے اس لیے بار بار تاکیدی ہدایت کی گئی کہ سخت سے سخت دشمنی میں بھی عدل وانصاف کا دامن چھوڑ کر کسی زیادتی کا ارتکاب نہ کرو۔

"ولا يجرمنكم شنآن قوم ان صدوكم عن المسجد الحرام ان تعتدوا"۔۔۔

"کسی قوم کی دشمنی تم سے بے انصافی نہ کرائے۔"

جہاد و قتال میں اعتدال ملحوظ رکھنے کے ساتھ اس بات کی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ جہاد کی اجازت منکروں کے صرف انکار کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ظلم و معصیت کی بیخ کنی

کے لیے ہے اس لیے منکروں کا جو گروہ مسلمانوں سے بغض و عناد نہیں رکھتا اور دین کے معاملے میں لڑنے اور ظالموں کی مدد کرنے سے پرہیز کرتا ہے اس کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے جب وہ ہمارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آئیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر منکروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرپیکار ہے تو تمام کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں ایسا کرنا دین رحمت اور عدل و حکمت کے خلاف ہے۔ احکم الحاکمین کا فرمان ہے:

"لاينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين"۔

جو لوگ تم سے دین کے معاملہ میں لڑے نہیں اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ تم کو منع نہیں کرتا کہ ان سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

صلح و جنگ کی یہ پاکیزہ تعلیمات صرف لسانی نصیحت و موعظت تک محدود نہیں رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت و تمرین کے ذریعہ ان کو عملاً نافذ فرمایا اور ایک ایسی وحشی قوم کو جو صرف قتل و سفاکی، دہشت گردی، عورتوں کی عصمت دری اور ہر قسم کی بہیمانہ افعال کو اپنا قومی کردار بنائے ہوئے تھی تہذیب و شرافت کے قالب میں ڈھال کر اس میں ہمہ گیر اخوت انسانی کا جذبہ پیدا کیا اور احترام انسانیت پر مبنی قوانین جگ کا استاد بنایا۔ پیغمبرانہ دعوت کا یہ عظیم الشان کارنامہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ سیرت و تاریخ کا طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے غزوات اور معرکوں میں جانی و مالی نقصانات کا تناسب دوسری قوموں کی جنگی مہموں کے نقصانات کے مقابلے میں ایک فی صد بھی نہیں ہے۔

چند صدیوں سے نام نہاد مہذب و متمدن قوموں کو یہ خیال ہوا کہ قدیم اصول و ضوابط کی اصلاح کر کے جدید قوانین کے ذریعہ جنگی ہلاکتوں کو کم کیا جائے، اس مقصد کے لیے بین الاقوامی کانفرنسوں کے انعقاد اور دستور ساز کمیٹیوں کی تشکیل کا کام شروع ہوا۔ ان میں زیر بحث تجاویز اور سفارشات میں ان باتوں کو خاص اہمیت دی گئی کہ جنگ میں زہریلی گیس اور بموں کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جائے۔ تحدید اسلحہ کا قانون نافذ کیا جائے، بچوں، عورتوں بوڑھوں اور قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے وغیرہ، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ جانوں کا نقصان ہوا اور دوسری جنگ عظیم میں تین چار کروڑ انسانی جانیں تلف ہوئیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تحفظ انسانیت کی ساری کوششیں منافقت اور خود غرضی پر مبنی ہوتی ہیں، خیرخواہی اور انسانی ہمدردی کا جذبہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون اب بھی وہی ہے جو جاہلیت میں تھا، فرق یہ ہوا ہے کہ یہ قانون پہلے قبائلی اور انفرادی طور پر رائج تھا اب بین الاقوامی پوزیشن میں بھی آگیا ہے۔

آج حقوق انسانیت کی علمبردار اور امن عالم کی ٹھیکیدار طاقتیں اور تنظیمیں اپنی بالادستی اور چودھراہٹ کے نشہ میں اس قدر بدمست ہیں کہ پیغمبرانہ دعوت کو وحشت و دہشت کا نام دے کر اسلام پسندوں کا دانہ پانی بند کرنے کی تحریک چلا رہی ہیں جبکہ پیغمبرانہ دعوت کی ساری عمارت قوم کی سچی خیرخواہی اور انسان کی سراسر سعادت و فلاح یابی پر کھڑی ہوئی ہے اسی دعوت نے عرب جیسی وحشی اور درندہ صفت قوم کو زندگی کی اعلیٰ اقدار سے آراستہ کر کے اس میں ہمہ گیر اخوت و محبت پیدا کی کہ "الدين النصيحة" (دین سراسر خیرخواہی کا نام ہے) دین اسلام میں نصیحت و خیرخواہی ایک بے مثال

حقیقت ہے جس پر اتفاقی شہادتیں معاندین اسلام کے منافقانہ اور جھوٹے دعووں کا پردہ فاش کرتی ہیں۔

جریر بن عبداللہ بجلیؓ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں، کہتے ہیں "بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلاۃ وایتاء الزکاۃ والنصح لکل مسلم" وفی روایۃ "فانی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت ابایعک علی الاسلام فشرط علی والنصح لکل مسلم فبایعتہ علی ھذا"۔

(میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ سے اسلام پر بیعت کرنا چاہتا ہوں، آپ نے مجھ سے یہ شرط رکھی کہ اسلام کے ساتھ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر بھی بیعت کرنا ہوگی، میں نے اس شرط پر بیعت کرلی)۔

اس بیعت کا اثر یہ ہوا کہ جریر بن عبداللہؓ بجلی کا ہر قول و فعل خیرخواہی اور بے غرضی کا سچا مظہر اور پرتو ہوا کرتا تھا چنانچہ حدیث میں مذکور ہے کہ جب کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کا انتقال ہوا تو جریر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا انھوں نے کوفہ والوں کو امیر کی عدم موجودگی میں اللہ سے ڈرنے اور سنجیدگی و سکون لازم پکڑنے پر زور دیا اور کہا "اما بعد" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرنے آیا ہوں آپ نے ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے کی شرط پیش فرمائی میں نے اسی شرط پر آپ سے بیعت کرلی، اس مسجد کے رب کی قسم! بیشک میں تمھارا خیرخواہ ہوں (یعنی اس بیعت پر عمل کرتے ہوئے میں نے تمھاری خیرخواہی کی غرض سے یہ خطبہ دیا ہے یہ کہہ کر خطبہ ختم کردیا۔"

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ انصاف اور خیرخواہی دو الگ الگ چیزیں ہیں، انصاف میں دونوں پلے برابر ہوتے ہیں اپنی ذات کے لیے دوسرے جس بھلائی کی خواہش کرتے ہیں وہی خواہش اپنی ذات سے دوسرے کے لیے بھی کریں، اپنے اور بیگانے کے درمیان ترجیحی معاملہ نہ ہو، خیرخواہی یہ ہے کہ اپنے فائدے اور نقصان سے بے پرواہ ہو کر دوسرے کے مفاد کو مقدم رکھا جائے اس کی بلیغ تفسیر اور سچی تصویر حدیث مذکور کے راوی جریر بن عبداللہ بجلی کے مندرجہ ذیل واقعہ میں ملاحظہ کی جائے۔

حضرت جریر بجلیؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تین سو درہم کا ایک گھوڑا خرید کر لائے غلام اس قیمت کا ایک گھوڑا خرید لایا اور قیمت چکانے کے لیے اس کے مالک کو بھی ساتھ لایا، حضرت جریرؓ نے گھوڑا دیکھ کر مالک سے کہا کہ تمھارا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمتی ہے کیا اس کو چار سو میں بیچو گے، اس نے کہا جیسی آپ کی مرضی۔ پھر جریر نے کہا تمھارا گھوڑا چار سو درہم سے بھی زیادہ قیمتی ہے کیا پانچ سو درہم میں بیچو گے۔ اس طرح ایک ایک سو بڑھاتے بڑھاتے آٹھ سو درہم میں اس گھوڑے کو خریدا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ جب مالک نے اپنی مرضی سے تین سو میں گھوڑے کا سودا منظور کر لیا تھا تو آپ نے اتنی زیادہ قیمت کیوں دی۔ کہا کہ وہ اپنے گھوڑے کی قدر و قیمت سے واقف نہیں تھا اس لیے معمولی قیمت پر سودا کر لیا تھا۔ میری تجربہ کار نگاہ میں وہ گھوڑا بہت عمدہ اور قیمتی ہے اس بنا پر مناسب حال قیمت دے کر خیرخواہانہ معاملہ کیا ہے۔

اس خیرخواہی اور پرخلوص ایثار و ہمدردی کا کوئی ادنیٰ نمونہ بھی دنیا کی بڑی سے بڑی قوم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن ترقی و تہذیب کے دعویدار اور حقوق انسانی کے ٹھیکیدار اسلام کے محاسن اور اعلیٰ اقدار کی دعوت کو کچلنے کے لیے بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر رہے ہیں۔ جو

برعکس نہند نام زنگی کافور

در اصل صیہونی تحریک کا منشور ہی یہ ہے کہ اسلام کی پھیلتی ہوئی روشنی کو ظلمت و وحشت کا نام دے کر لوگوں کو خوفزدہ کیا جائے اور شمع اسلام کو گل کرنے کیلئے مسلمانوں کی سیاسی و معاشی ناکہ بندی اور ان کے خلاف

پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد

امہات المومنین رضہ

اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اس مختصر مقالہ کا مقصد کوئی نئی معلومات فراہم کرنا نہیں ہے۔ بس یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے اغراض و مقاصد عام انسانوں کے مقاصد نکاح سے کچھ مختلف تھے۔ اس چھوٹے سے مضمون کی ایک غایت یہ بھی ہے کہ مستشرقین کو بالخصوص اور ان سے متاثر بعض مسلمانوں کو بالعموم یہ بتا دیا جائے کہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کا حکم آجانے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں چار سے زائد بیویاں کیونکر رہیں اور اس کی حکمت کیا تھی؟ اس ضمن میں تمام ازواج مطہراتؓ کا یکجا مختصر تعارف کرایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تاریخی اعتبار سے کون سی زوجہ محترمہؓ کب اور کس مقصد کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں شامل ہوئیں؟

قبل اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کا تعارف پیش کیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نفس مسئلہ تعداد ازواج پر تھوڑی روشنی ڈالی جائے۔ کیونکہ اس کے بارے میں خارجی اور اندرونی دونوں جانب سے اعتراضات ہوتے رہے ہیں اس کی تفصیل میں جائے بغیر صرف اتنا جان لینا چاہیئے کہ ظہور رسالت سے قبل نکاح کے لیے۔ بیویوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی جو شخص جتنی بیویاں بھی چاہے رکھ سکتا تھا چونکہ عربوں میں یہ طریقہ زمانہ دراز سے رائج چلا آتا تھا اس لیے اس پر قدغن لگانا بجائے خود ایک مشکل کام تھا۔ لیکن جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انقلابی کام کیے اسی طرح بہ حکم خداوندی اس رواج کو بھی مٹا دیا اور شادیوں کی تعداد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار مقرر کر دی۔ تمام صحابہؓ نے اس پر عمل کیا اور اس کے بعد سے آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ اسلام کا ایک انقلابی اور تحسین آفریں کام ہے۔

اب یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام نے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اس کی اجازت دی ہے اور یہ اجازت بھی اس سخت پابندی کے ساتھ مشروط ہے کہ تمام ازواج کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے بصورت دیگر صرف ایک بیوی رکھنی چاہیئے۔ یہ قرآن کا صریح اور واضح حکم ہے ساتھ میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اسلام کا کوئی قانون بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

چنانچہ تعدد ازواج کی اجازت کا حکم بھی چند مصلحتوں کی بنا پر ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اگر پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہو سکتی یا وہ کسی مہلک مرض میں ہو تو اس صورت میں اس کی حق تلفی کیے بغیر اس کو طلاق دیے بغیر دوسری شادی کی جا سکتی ہے۔ ایسا کرنے میں پہلی بیوی کا کوئی حق بھی غصب نہیں ہوتا اور انسان کے مقاصد نکاح کا ایک اہم مقصد یعنی افزائش نسل بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی جنگ میں مردوں کی کثیر تعداد شہید ہو جائے اور معاشرہ میں ان کی بیوائیں جن میں جوان عورتیں بھی شامل ہوں باقی رہ جائیں تو بجائے اس کے کہ ان جوان عورتوں کو اپنے طبعی جنسی حقوق سے محروم کر دیا جائے

اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ شخص ان سے شادی نہ کرے تو وہ ایک شادی شدہ انسان کے ساتھ اپنی دوسری شادی کر سکتی ہیں۔ اگر اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت نہ دی ہوتی تو یا تو یہ عورتیں ایک محرومی کی زندگی گزارتیں اور بے سہارا ہوتے ہوئے ذہنی طور پر پریشان رہتیں یا معاشرہ میں اخلاقی برائیوں کے فروغ کا سبب بنتیں۔ اسلام نے اپنے اس قانون کے ذریعہ معاشرہ کی اخلاقی برائیوں کا سدباب کر دیا۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر مصلحتیں ہیں جن کی بنا پر اسلام نے تعدد ازدواج کو روا رکھا ہے۔ جو قومیں اسلام کے اس مصلحت آمیز قانون پر معترض ہیں اور صرف ایک شادی کی اجازت دیتی ہیں ان کے معاشرہ میں ایسی اخلاقی برائیاں فروغ پاتی ہیں جن کے ذکر سے قلم شرماتا ہے۔

اسلام میں تعدد ازدواج کا قانون ان معاشروں کے مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے جہاں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہو۔ ان حالات میں بجائے اس کے کہ بیشتر عورتیں غیر شادی شدہ رہ کر بے سہارا رہ جائیں اور اپنی طبعی نفسانی خواہشات کی یا تو تکمیل نہ کر پائیں یا پھر گناہ کی زندگی گزاریں، اسلام ایک مرد کی زوجیت میں کئی عورتوں کے آنے کی اجازت دیتا ہے اور معاشرہ کے اس مسئلہ کو بخوبی حل کرتا ہے۔

غیر مسلم قومیں اور ہم میں سے بعض ایسے لوگ جنہوں نے سیرت طیبہ کا تجزیاتی مطالعہ نہیں کیا ہے چار سے زائد بیویاں نہ رکھنے کا حکم آنے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں نو بیویاں رکھنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ دشمنان اسلام یہ اعتراض آنحضرت کی کردار کشی کی غرض سے کرتے ہیں جب کہ مسلمان لاعلمی کی بنا پر اس قسم کے شبہات کو اٹھاتے ہیں۔ مخالفین اسلام کا مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شادیاں (نعوذ باللہ من ذالک) اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے تھیں اور یہ سلسلہ انہوں نے آخر تک جاری رکھا۔ ان کے اس بے بنیاد اعتراض کے جواب میں صرف یہ تاریخی حقیقت بیان کر دینا کافی ہے کہ قبل از نبوت اپنے عنفوان شباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہر طرح کے گناہ سے پاک تھا۔ عین اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین میں مصروف تھے قریش نے آپ پر ہر طرح کے اعتراضات کیے لیکن کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکدامنی کے خلاف کچھ نہ کہا۔ اگر خدانخواستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقی کردار مشتبہ ہوتا تو دشمنان دین سب سے پہلے اس کا ذکر کرتے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عین جوانی میں بھی آپ کا اخلاق اعلیٰ و ارفع تھا۔ اسی طرح جب حضرت خدیجہؓ سے آپ کا نکاح ہوا تو آپ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ کیا عمر کا یہ تفاوت واضح طور پر یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپ کی پہلی شادی بھی محض نفسانی خواہشات کی تکمیل نہ تھی۔ اس کے علاوہ سوائے حضرت عائشہؓ کے، آپ کی تمام بیویاں سن رسیدہ، مطلقہ یا بیوائیں تھیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر حسین اور کم سن دوشیزائیں ملنا ناممکن تھا۔ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ و ارفع اور آپ کا اخلاق تمام رذائل سے پاک تھا۔ آپ کی تمام شادیاں امت کی تعلیم کے لیے تھیں۔ آپ نے بیواؤں، مطلقات، باکرہ، کم سن اور عمر رسیدہ ہر طرح کی عورتوں سے نکاح کر کے امت کو یہ بتایا کہ صرف دوشیزاؤں اور باکرہ خواتین سے نہیں بلکہ بیواؤں، مطلقہ اور سن رسیدہ عورتوں سے بھی نکاح کیا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کے اغراض و مقاصد شرعی دینی اور سیاسی نوعیت کے تھے۔ کبھی آپ نے کسی قبیلہ کی عورت سے اس لیے نکاح کیا کہ اس مصاہرت کی بنا پر وہ قبیلہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے جیسا کہ حضرت جویریہؓ سے نکاح کے کرنے کے بعد ہوا کہ وہ قبیلہ جو

مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اس شادی کے بعد حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ کبھی جنگ میں آئی ہوئی کسی عورت سے آپ نے اس لیے شادی کی کہ وہ کسی رئیس قبیلہ کی بیٹی تھی اور آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح اس کے اور اس کے قبیلے کے لیے ننگ و عار ہوتا۔ جیسا کہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ کیا کہ وہ حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ ان کی ماں قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے اس لیے شادی کی کہ امت کو یہ نکتہ سمجھا دیا جائے کہ اسلام میں اگر کسی نے کسی کو لے پالک بنا لیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن جائے گا اور یہ کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔ آپ نے زینبؓ بنت جحش سے شادی کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے زیدؓ بن حارثہ کی مطلقہ تھیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں موانست اور رفاقت کے لیے بھی تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت سودہؓ سے شادی پر رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ بچوں کی نگہداشت اور گھریلو انتظامات کے لیے مجھے رفیقۂ حیات کی ضرورت ہے۔

اسی طرح آپ نے بعض ان خواتین سے نکاح کیا جن کے شوہر ان سے اس لیے الگ ہو گئے تھے کہ یہ خواتین مسلمان تھیں اور شوہر عیسائی تھے جیسا کہ حضرت ام حبیبہؓ کے معاملہ میں ہوا جن کے شوہر نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ کچھ ایسی عورتیں بھی تھیں جن کے شوہر اسلامی جنگوں میں شہید ہو گئے اور وہ بے سہارا ہو گئیں جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ ہوا کہ ان کے شوہر غزوہ احد کے بعد انتقال کر گئے۔

آپ کی زوجیت میں حضرت عائشہؓ وہ واحد خاتون تھیں کہ جب ان کا نکاح ہوا تو آپؓ کنواری اور کم سن تھیں۔ اس نکاح کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کے علاوہ کنواری لڑکیوں اور کم عمر لڑکیوں سے بھی شادی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر آپ کی یہ شادی نہ ہوئی ہوتی تو ممکن ہے لوگ اسوۂ رسولؐ سمجھ کر صرف زیادہ عمر کی مطلقہ اور بیواؤں سے شادیاں کرتے۔

آئیے اب اس مسئلہ پر بھی ایک نظر ڈالیں کہ چار سے زائد بیویاں نہ رکھنے کا حکم آجانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں چار سے زیادہ بیویاں کیوں رہیں۔ یہ سوال نہ صرف غیر مسلموں بلکہ کچھ سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھی ابھرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس لیے ہوا کہ آپؐ کی ازواجؓ مطہرات قرآن کی رو سے امہات المومنین یعنی مسلمانوں کی مائیں قرار دی گئیں۔ ظاہر ہے ماں سے نکاح حرام ہے۔ ایسی صورت میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے چار کے علاوہ دیگر ازواج کو طلاق دے دیتے تو کوئی شخص بھی ان سے نکاح نہیں کر سکتا تھا اور وہ ساری عمر مطلقہ ہی رہتیں۔ مزید براں ازواجؓ مطہرات مسلمانوں خصوصاً مسلمان عورتوں کو دینی مسائل کی توضیح و تشریح کے لیے بھی مامور تھیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی اجازت دی گئی تھی کہ آپ چار سے زائد بیویاں رکھ سکتے تھے۔ لیکن یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہ خصوصی اجازت صرف ان عورتوں کے لیے تھی جو آپ کے حلقہ نکاح میں پہلے سے تھیں۔ یہ اجازت نہیں دی گئی کہ چار سے زائد بیویاں نہ رکھنے کا حکم آجانے کے بعد آپ موجودہ بیویوں میں کسی ایک کا بھی اضافہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شادی نہیں کی۔ رحلت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نو بیویاں تھیں ان سے آپ کا نکاح اس قانون کے آنے سے قبل ہوا تھا۔

اس تمہید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا سلسلہ وار تعارف پیش کرایا جاتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں

آنے والی آپ پہلی خاتون ہیں۔ آپ ایک باعزت متمول خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ تجارت پیشہ تھیں مردوں کو مضاربت کی بنیاد پر اپنا سامان تجارت دے کر باہر بھیجا کرتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدق و امانت واعلیٰ اخلاق وکردار کا حال سن کر ایک مرتبہ آپؓ نے اپنا مال تجارت ان کے ساتھ شام روانہ کیا اور ساتھ میں اپنے غلام میسرہ کو بھی کردیا واپسی پر جب حساب کتاب ہوا اور منافع کا تخمینہ لگایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کی بنا پر پتہ چلا کہ اس بار حضرت خدیجہؓ کو پہلے کے مقابلہ میں دوگنا فائدہ ہوا ہے۔ آپ بہت خوش اور متاثر ہوئیں ادھر میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور اعلیٰ اخلاق کی بھی بہت تعریف کی جس سے حضرت خدیجہؓ اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔

اگرچہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس (۲۵) سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس (۴۰) سال تھی لیکن آپ نے یہ رشتہ قبول فرمالیا۔

اس شادی سے قبل حضرت خدیجہؓ دو اور حضرات کی منکوحہ رہ چکی تھیں۔ ایک کا نام عتیق بن عائذ التیمی اور دوسرے کا ھند بن زرارہ تھا۔

حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شریک حیات تھیں جو ہر موقع پر آپ کی دلجوئی فرمایا کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ سے کہا گیا کہ "کیا آپ کو ان بوڑھی خاتون کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بہتر بدل نہیں دیا ہے کہ آپ اکثر وبیشتر گھر سے نکلتے وقت ان کا ذکر کرتے ہیں" تو آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا "قسم ہے خدا کی اللہ نے میرے لیے اس سے بہتر کوئی بدل نہیں دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خدیجہؓ وہ تھیں کہ جب دوسرے لوگوں نے کفر کیا تو وہ ایمان لے آئیں، جب دوسروں نے میری تکذیب کی تو انھوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم رکھا تو انھوں نے مال سے میری مدد کی، اور دوسری بیویوں کے مقابلہ میں صرف ان کے ذریعہ اللہ نے مجھے اولاد عطا کی۔"

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ نے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال تھی اور آپ کی ازدواجی زندگی کے ۲۵ سال ہو چکے تھے اس پورے عرصے میں کبھی آپ کو دوسری شادی کا خیال نہ آیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد اداس رہنے لگے تو خولہؓ بنت حکیم نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ دوسری شادی کی ضرورت محسوس کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بچوں کی نگہداشت اور گھر کی دیکھ بھال کے لیے تو ضروری ہے یہ فیصلہ کہ شادی کس سے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہؓ پر چھوڑ دیا چنانچہ حضرت خولہؓ کی وساطت سے حضرت سودہ بنت زمعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں شامل ہوئیں اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔

حضرت سودہؓ کا تعلق بنی عامر بن لوی قبیلہ سے تھا وہ ابتدائے نبوت میں اسلام لائی تھیں ان کی شادی پہلے سکران بن عمرو سے ہوئی تھی انہی کے ساتھ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ جب یہ لوگ مکہ واپس آئے تو سکران کا انتقال ہوگیا اس کے بعد آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔

آپ کا انتقال ۲۲ھ میں ہوا آپ سخاوت ونیاضی میں مشہور تھیں۔

[illegible]

حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح نبوت کے دسویں سال مکہ میں

اسی زمانہ میں ہوا جب حضرت سودہؓ سے آپ کا ہوا تھا اس نکاح کی پیش کش بھی حضرت خولہ بنت حکیم نے کی تھی۔ آپ کا مہر بھی حضرت سودہؓ کے برابر پانچ سو درہم مقرر کیا گیا۔

نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تین سال رہا۔ ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ مکہ ہی میں تھیں۔ بعد میں اپنی والدہ ام رومانؓ اور اپنی بہن اسماءؓ کے ساتھ عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ مدینہ آئیں شوال ۱ھ میں رسم عروسی ادا ہوئی۔

آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبت تھی ان کی خوبصورتی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں "حمیراء" (سرخ وسفید عورت) کہہ کر پکارتے تھے اسی محبت کی وجہ سے آپ نے مرض الموت میں تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر آپ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اپنے آخری دن بسر کیے۔

حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نو (۹) سال زندگی بسر کی، اس کے بعد ۴۸ سال اور زندہ رہیں اور ۵۸ھ میں وفات پائی جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ علم حدیث وفقہ میں گہری بصیرت رکھتی تھیں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں اور حلقہ درس قائم کرتی تھیں، علم الانساب، ادب اور خطابت میں خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ شعراء کے بڑے بڑے قصیدے انھیں زبانی یاد تھے، عورتوں سے متعلق دینی مسائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی وساطت سے عورتوں کو بتایا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور صحابیاتؓ میں آپؓ سب سے زیادہ حدیث روایت کرنے والی خاتون ہیں۔

ازواج مطہراتؓ میں حضرت عائشہؓ وہ واحد خاتون ہیں جو باکرہ تھیں یعنی نہ مطلقہ نہ بیوہ۔ نیز یہ کہ آپؓ کی شادی بہت ہی کم عمر میں ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے ساتھ نکاح غالباً اس مصلحت اور امت کو یہ بتلانے کے لیے تھا کہ جہاں ایک طرف سن رسیدہ خواتین جیسے خدیجہؓ اور سودہؓ سے نکاح کیا جاسکتا ہے وہاں حضرت عائشہؓ جیسی کمسن دوشیزاؤں سے بھی شادی کی جاسکتی ہے۔

حضرت حفصہ

حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں ماں کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ ان کی پہلی شادی خنیس بن حذافہ سے ہوئی تھی اور ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کرکے آئی تھیں ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے ان کا نکاح کرنا چاہا تھا کیونکہ ان کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمانہ میں انتقال ہوا تھا حضرت عثمانؓ نے جب اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔

حضرت حفصہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کو وصیت کی تھی کہ میرا اتنا مال خیرات کردیں اور کوئی زمین بھی انھوں نے وقف کی تھی۔

۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت زینب ام المساکین

آپ کا نام زینبؓ تھا لیکن چونکہ فقراء ومساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے ام المساکین کی کنیت سے مشہور ہوگئیں۔

آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا سنہ ۳ھ میں جب غزوۂ احد میں ان کے شوہر شہید ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے نکاح کرلیا۔

نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دو تین ماہ رہی تھیں کہ انتقال ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر صرف

تیس سال تھی۔

حضرت ام سلمہ بنت سہیل

حضرت ام سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے ساتھ ہوا تھا جو ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور تھے اپنے شوہر کے ساتھ حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ سے مکہ آئیں اور پھر ہجرت کرکے مدینہ آگئیں۔

غزوہ احد کے بعد سنہ ۴ھ میں شوہر کا انتقال ہوگیا اس وقت آپؓ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود نکاح کی خواہش ظاہر کی آپؓ نہایت غیور اور خوددار خاتون تھیں۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ انھیں اپنی زوجیت میں لینے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حالات پر غور کرلیں کہ وہ صاحب عیال ہیں اور سن رسیدہ بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باوجود آپ سے نکاح کرنا قبول کیا۔

ازواج مطہرات میں ام سلمہؓ سب سے آخر میں وفات پانے والی خاتون ہیں، آپ کا انتقال ۸۴ سال کی عمر میں ۵۹ یا ۶۲ھ میں ہوا۔

حضرت زینب

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں یعنی ان کی والدہ امیمہ، عبدالمطلب کی بیٹی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کرادیا تھا۔ ایک سال تک وہ زیدؓ کے نکاح میں رہیں لیکن جب آپس میں نہیں بنی تو زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔

اس نکاح کا مقصد جاہلیت کے اس نظریہ کو باطل کرنا تھا کہ متبنی کی بیوہ یا مطلقہ سے متبنی کا منہ بولا باپ شادی نہیں کرسکتا۔

حضرت زینبؓ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپؓ کو اپنے نکاح میں لانا چاہا تو انھوں نے کہا میں بغیر استخارہ کے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔ چنانچہ استخارہ نکالا اور پھر اپنی رضامندی ظاہر کی سنہ ۵ھ میں آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اواہ یعنی بہت زیادہ خشوع وخضوع والی کہا کرتے تھے۔ اپنی فیاضی میں بہت مشہور تھیں۔ نکاح کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی سنہ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت جویریہ

آپ حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ مریسیع یا غزوہ بنی مصطلق میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے تقسیم کے وقت حضرت جویریہ ثابت بن قیس شماسؓ کے حصہ میں آئیں۔ اسلامی قانون کے تحت لونڈی یا غلام کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کرسکتا ہے جسے مکاتبت کہتے ہیں۔ حضرت جویریہؓ نے اس اصول کے تحت حضرت ثابت بن قیس سے آزادی حاصل کرنا چاہی لیکن ان کے پاس اتنی رقم موجود نہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اتنی رقم کی درخواست کی کہ وہ اسے دے کر ثابتؓ سے آزادی حاصل کرلیں جواز یہ پیش کیا کہ وہ مسلمان ہوگئی ہیں اور سردار قبیلہ کی بیٹی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رقم دے دی اور آزادی کے بعد نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جویریہؓ نے یہ پیش کش بخوشی قبول کی اور ازواج مطہراتؓ میں شامل ہوگئیں۔

اس شادی کا اثر یہ ہوا کہ صحابہؓ نے مصطلق کے تمام لونڈیوں اور غلاموں کو اس بنا پر آزاد کردیا کہ اب یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہوگئے۔ قبیلہ مصطلق پر بھی اس کا اثر ہوا اور ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

[redacted]

آپ کا نام رملہ تھا اور کنیت ام حبیبہ حضرت امیر معاویہؓ کی بہن اور حضرت ابو سفیانؓ کی بیٹی تھیں پہلے عبیداللہ بن جحش کے عقد نکاح

میں تھیں ام حبیبہؓ اور ان کے شوہر دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی لیکن شوہر نے حبشہ میں عیسائیت قبول کرلی۔ چنانچہ ام حبیبہؓ نے ان سے علاحدگی اختیار کرلی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے ان کی دلجوئی اور موانست کی خاطر خود ان سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الضمری کو حبشہ بھیجا اور نجاشی کے ذریعہ ام حبیبہؓ کو اپنے نکاح میں لینے کی پیش کش کی۔ ام حبیبہ نے اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے خالد بن سعید کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے خود نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو درہم مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد نجاشی نے دعوت ولیمہ کا اہتمام بھی کیا۔

نکاح کی رسومات ادا ہونے کے بعد نجاشی نے شرجیلؓ بن حسنہ کے ساتھ ام حبیبہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس طرح آپ ازواج مطہراتؓ میں شامل ہوگئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی سے شریعت کی اس اجازت کا علم ہوا کہ جانبین اگر دو علاحدہ علاحدہ شہروں میں ہوں تو وکیل کے ذریعہ بھی نکاح ہوسکتا ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ نے ۴۴ھ میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔

[redacted]

آپ حارثؓ کی بیٹی تھیں ماں کا نام ہند تھا پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں جب انھوں نے طلاق دے دی تو ابو رہم بن عبدالعزی سے نکاح ہوا اور ان کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نکاح کرلیا۔

اس نکاح کی تحریک حضرت عباسؓ نے کی اور انھوں نے نکاح پڑھایا سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت صفیہؓ

آپ کا اصلی نام زینب تھا۔ صفیہ عربی میں مال غنیمت کے بہترین حصہ کو کہتے ہیں جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا ہے چونکہ حضرت صفیہؓ جنگ خیبر (سنہ ۷ھ) میں اسی طریقے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں اس لیے صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

آپ یہودی سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ آپ کی ماں کا نام ضرہ تھا جو بنو قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں اس طرح آپ کے باپ اور ماں دونوں رئیس قبیلہ تھے۔ پہلے آپ کی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ جب ابن مشکم نے طلاق دے دی تو آپ کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں کنانہ جنگ خیبر میں مقتول رہا اور اس کے ساتھ حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے۔ حضرت صفیہ خود گرفتار ہوئیں جب قیدیوں کی تقسیم ہوئی تو آپ دحیہؓ کلبی صحابی کے حصہ میں آئیں لیکن ایک دوسرے صحابیؓ نے توجہ دلائی کہ چونکہ وہ ایک رئیس کی بیٹی ہیں جن کے باپ اور ماں دونوں قبیلہ کے رئیس تھے لہٰذا کفو کا تقاضہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں دوسرے صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیا اور دحیہؓ کلبی کو دوسری لونڈی دے دی گئی اور حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کرکے نکاح کرلیا۔

نکاح خیبر میں ہوا لیکن رسم عروسی مقام صہبا میں ادا ہوئی جہاں دعوت ولیمہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہؓ سے بیحد محبت تھی۔ ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے کبھی کبھی حضرت زینبؓ اور حضرت عائشہؓ جب ان کو چھیڑتیں کہ وہ ایک یہودی کی بیٹی ہیں اور وہ رونے لگتیں تو آنحضرت ان کی موانست کرتے اور دلجوئی کرتے ہوئے فرماتے کہ کہہ دیا کرو کہ تم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پیغمبروں کی اولاد میں سے ہو اور تمہارا شوہر خود پیغمبر ہے۔

حضرت صفیہؓ بہت خوبصورت اور کمسن تھیں۔ آپ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں۔ سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

بیگم یاسین طلعت آفاق

رحمت کا پیغام

اس وقت یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ لکھوں تو کس موضوع پر لکھوں۔ عجم کی مدح اور عباسیوں کی داستان سے کوئی تعلق نہیں مگر سید عالم کی سیرت لکھنے کے لیے بھی تو علامہ شبلی کا قلم ہونا چاہیے میری کیا بساط۔ یوں اس مبارک نام کے سننے سے کانوں میں رس گھل جاتا ہے اور پڑھنے سے آنکھوں میں تراوٹ آجاتی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کی رحمت تھے کیا نواز گئے ہماری قوم کو، میری مراد ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کی قوم سے ہے۔ ان کی رحمت کا سب سے بڑا حصہ ہم ہی لوگوں نے پایا ہے۔ یہ رحمت کا پیغام وہ ان لوگوں تک لائے تھے جن کا ذکر کلام پاک میں اس طرح ہے کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی تھی تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی تھی۔ لوگوں میں چھپتا پھرتا تھا کہ کیا کسی کو منہ دکھائیں۔

پھر ہمارے رحمان اور رحیم پروردگار نے کہا ہے جس وقت اس لڑکی سے جو زندہ دفن کردی گئی تھی یہ پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور پر ماری گئی تھی۔ میرے سرکار کے دل کا گداز دیکھیے جب ایک صحابی نے بتایا کہ میں جب بیٹی کو زندہ دفن کر رہا تھا وہ ابّا ابّو کہہ رہی تھی اور میں مٹی ڈال رہا تھا۔ حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، دوبارہ سُنا اور اتنا گریہ فرمایا کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا سے جو الفت تھی وہ ایک نمونہ ہے اور ایک پیغام میرے رسول کے امتیوں دیکھو بیٹی کیسی محبت کرنے کی چیز ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضور نے دو کے لیے بھی یہی فرمایا۔ اور شاید ایک کے لیے بھی یہی فرماتے۔ جنت میں داخل ہونا چاہے اللہ فرماتا ہو یا اس کا رسول، رضامندی اور اطمینان کا اظہار ہے۔

عورتوں کے لیے جو مال اور جائیداد پر ملکیت کے حقوق دیے اس کا میں ذکر نہیں کرتی۔ بات مادی ہو جائے گی مگر یہ بھی ہماری شریعت کا ایک تابناک باب ہے ہماری نظر تو فی الحال اس بات پر ہے کہ ہمیں انھوں نے آبگینہ کہا ہے۔ نرمی سے معاملہ کرو ان کا دل نہ توڑو۔ یہ رسول کے فرمانے کی برکت ہے کہ اس وقت سے آج تک اور قیامت تک مسلمان اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے رہیں گے جوں جوں عمر بڑھے گی رفاقت اس تعلق میں گہرائی پیدا کرتی جائے گی۔ محبتیں زبان سے نہیں کی جاتیں اپنے عمل اور رکھ رکھاؤ سے کی جاتی ہیں۔ رومانس تو اس دن ختم ہو جاتا ہے جب بقول ایک پروفیشنل شوہر کے ایک دوسرے کے نزلہ زکام میں شریک ہوئے۔ اب بیٹیوں کا مرتبہ بیٹوں سے کم نہیں سمجھا جاتا اسی نرم نگاہی اور شفقت سے ان کا بھی معاملہ ہوتا ہے جس سے ان کے بھائی مستفیض ہوتے ہیں اس میں استثنا بھی ملیں گے۔ کمبخت ٹائپ کے استثنا مگر ان کے ذمہ داری زیادہ تر خواتین پر ہے۔ باپ اپنی بیٹی سے محبت کرتا ہے ـــــ مگر اس آفت کا

مداوا کیا ہو جو ان کے لیے جہیز اکٹھا کرنے اور لڑکا ڈھونڈنے میں باپ کے بال سفید اور چہرے کی رونق ختم کر دیتا ہے۔ ادھر ایک خاص بات میں دیکھ رہی ہوں مسلمان لڑکا شکل وصورت کا قدردان ہوتا تھا اور قبول صورتی کے آگے جہیز کو ٹھوکر مارتا تھا مگر اب وہ بھی برادران وطن کی طرح ہوگیا ہے اسے بھی فرج اور اسکوٹر کی فکر ہونے لگی ہے۔ اس میں زیادہ تر لڑکے ایسے ہوتے ہیں جو خود اپنی محنت اور اپنی آمدنی سے اسے حاصل نہیں کر سکتے فرنیچر اور الماری اور دیگر چمکتے کاٹھ کباڑ کی اتنی ہوس جو ان کے چھوٹے سے گھر میں سما نہ سکے۔ اللہ ہمارے ان مولویوں کو سلامت رکھے جو معاشرہ کی اصلاح کے لیے سامنے آئے ہیں۔ اور اپنی سعی کر رہے ہیں۔ جو بتاتے ہیں کہ جہیز کی مانگ حرام ہے۔ لڑکی کے گھر باراتیوں کی ایک فوج کھانے کے لیے لے جانا بدترین بات ہے مگر کم لوگ سنتے ہیں۔ نصیحت اور تبلیغ سے زیادہ وہ کیا کر سکتے ہیں سارے مسلمان دیو بند یا ندوہ کے احاطہ میں تو نہیں رہتے۔

اور پھر اس کا بالکل الٹا۔ وہ لوگ جو عرب اور گلف ممالک میں ڈالر کماتے ہیں اور وطن تشریف لاتے ہیں ان کو دیکھیے کس طرح اپنی امارت کی بھونڈی نمائش اپنی بیٹی یا اپنی بہن کی شادی میں کرتے ہیں یہ صحیح معنوں میں سونے کا چھپر کر دیتے ہیں۔ قیصر باغ کی بارہ دری بقعہ نور بن جاتی ہے۔ یہ نام میں نے صرف مثال میں لیا ہے ورنہ روپیہ تو ہر طرف نور علی نور کر دیتا ہے۔ لڑکوں کی توقعات بے حد بڑھ جاتی ہیں پھر یہ اوسط آمدنی کے لوگ یہ غریب غربا کیا کریں۔

لڑکی کو سونے کا ایک سیٹ دینے اور تشریفی جوڑوں کے انتظام میں ہی ان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے یہ جگمگاتا جہیز وہ کہاں سے لائیں۔ گھروں میں لڑکیوں کی مائیں بارات کے انتظار میں بیٹھی رہ جاتی ہیں لڑکیاں ایک امتحان سے دوسرے امتحان اور دوسرے امتحان سے تیسرا پاس کرتی رہتی ہیں پھر کوئی رنڈوا تین چار بچوں کا ادھیڑ باپ ان کو لے جاتا ہے۔ یہی بہت غنیمت ہے اگر وہ قدر کرے اور بچوں کی سوتیلی ماں نہ سمجھے۔

بقیہ: فاروق اعظمؓ

معاملہ طے کیا اور اس نے تین ہزار درہم لے کر ہجوگوئی چھوڑ دی اور یہ ترکیب اتنی کارگر ہوئی کہ اس نے فاروق اعظمؓ کی وفات تک کسی کی ہجو نہیں کی مگر آپ کی وفات کے بعد پھر شروع کر دی۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر آج کے لوگ کہہ سکتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ نے ایک شخص کی ہجوگوئی کو بند کرنے کے لیے جو سرکاری سرمایہ خرچ کیا اسے کس مد میں رکھا جائے بجٹ میں کہاں جگہ دی جائے اور اس کا کیا جواز ہے لیکن اگر آج کے معترضین صرف اتنا سوچ لیں کہ موجودہ حکومتیں حکمراں ٹولے کی حمد و ثنا اور مخالفین کی مذمت پر کتنا خرچ کرتی ہیں تو انھیں جواب مل جائے گا ہاں یہاں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو رقم خرچ کی وہ عوام کو ایک تکلیف سے نجات دینے کے لیے تھی یا اخلاقیات کے فروغ کی خاطر اس سے حاکموں کی ذاتی تسکین کا تعلق نہیں تھا۔

بقیہ: قرآن مجید

صاحب میرے کہنے کے مطابق بھی فضول ہیں بلکہ یہ تمام کافرانہ پروگرام محض اسلام کی مخالفت میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے بھرے میں نہ آئیں بلکہ خود اپنے دین کا مکمل ضابطہ حیات دنیائے عالم کے سامنے پیش کریں اور ان کو اسے اپنانے کی دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

قرآن مجید میں بچوں کے حقوق

مولانا عبداللطیف مسعود

اسلام خالق کائنات کا ایک کامل غیر متبدل اور ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے جس میں مالک حقیقی کی عبودیت اور کامل وفاداری کے رابطے اور حوالے سے ہر فرد مخلوق کے حقوق نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں وضع فرمائے گئے ہیں پھر ان کے ساتھ فرائض کو ملا کر ان کی ادائیگی کی بڑے پر شفقت، ترغیب و ترہیب کے انداز میں تلقین و تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس تعین حقوق کے سلسلہ میں کسی رنگ و نسل کو کہیں بھی بنیاد نہیں بنایا گیا ہے بلکہ بحیثیت مخلوق الٰہی ہونے کے کامل طور پر عادلانہ مساوات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

نیز یہ سلسلہ حقوق و فرائض محض افراد انسانی تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے ہر ذی روح مخلوق تک وسیع فرما دیا گیا ہے۔ ذیل میں بندہ حقیر بچوں کے متعلق قرآنی تعلیمات پیش کر رہا ہے جنہیں مطالعہ کر کے ہر ذی ہوش انسان اسلام کی حقانیت اور ہمہ گیری کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

اولاد عطیہ خداوندی ہے

۱۔ فرمایا۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت لہ مالا ممدودا وبنین شہودا (۷۴: ۱۱ تا ۱۳)

ترجمہ: ایک ناشکرے اور باغی انسان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

چھوڑ دے مجھے اور جسے میں نے اکلوتا پیدا کیا اور اسے کثیر مال اور حاضر باش بیٹوں سے نوازا ہے۔

۲۔ فرمایا زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین الخ (۳: ۱۴)

انسان کے لیے عورتوں اور بیٹوں کی چاہت مرغوب بنا دی گئی۔

صالحین کی اولاد صالح کی آرزو و طلب

۱۔ جد انبیاء ابراہیم علیہ السلام دربار الٰہی میں دست سوال دراز کرتے ہیں۔

رب ہب لی من الصالحین فبشرنا بغلام حلیم (الصفت ۱۰۰)

ترجمہ: اے میرے مالک مجھے نیک فرزند عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت سنا دی۔

حضرت زکریا کی التجا

قال رب ہب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔ (۳: ۳۸)

ترجمہ: عرض کیا کہ اے میرے مولیٰ و مالک! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو ہی دعاؤں کا سننے والا ہے۔

بچے کی پرورش اور تربیت

فرمایا: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرہ ۲۳۳)

ترجمہ: یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

بعض حالات میں کوئی جوڑا بصورت طلاق اگر الگ ہو جاتا ہے اور بچہ کوئی وارث یا باپ لے جاتا ہے تو اس سلسلہ میں اس کی پرورش کے متعلق فرمایا کہ

ان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما اٰتیتم بالمعروف

ترجمہ: یعنی بصورت جدائی اگر تم اس بچہ کو اس کی ماں کا ہی دودھ پلانا چاہو تو کوئی حرج نہیں جبکہ تم اس کے ساتھ طے شدہ مزدوری ادا کر دو۔

نیز فرمایا اس صورت میں نہ ماں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے کہ اس کا بچہ ہی جدا کر دیا طے شدہ مزدوری ادا نہ کر دیا ویسے ہی زبردستی اس سے دودھ نہ پلواؤ بلکہ ہر حالت میں خوف خدا اور عدل و انصاف ملحوظ رکھنا ہوگا۔

تنگی معیشت (تنگدستی و غربت) کی صورت میں اولاد کا تحفظ

فرمایا: ولاتقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم (الانعام ۱۵۲)

ترجمہ: (سابقہ احکام کے علاوہ) تم اپنے بچوں کو تنگدستی اور ناداری کی بنا پر قتل نہ کرو۔ ان کا رازق تو میں ہوں اور تمہارا بھی۔

ایسے ہی بنی اسرائیل آیت ۳۱ میں بھی یہی مضمون ہے۔

۴۔ عورتوں کو بوقت بیعت اسلام تاکید فرمائی کہ ولا یقتلن اولادھن (الممتحنہ ۱۲)

ترجمہ: یعنی وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔

اس میں زمانہ جاہلیت کی رسم زندہ درگور کی مخالفت بھی ہے اور جاہلیت حاضرہ کا اسقاط حمل بھی شامل ہوگا۔ یہ سب قتل اولاد کے ضمن میں آتا ہے۔

اولاد کے حق میں نیک جذبات اور دعا

جد انبیاء ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء

ترجمہ: اے میرے مالک مجھے اور میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا اے مالک میری دعا قبول فرما لے۔

ایک صالح اور باکردار انسان کی عاجزانہ دعا

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔ الاحقاف (۱۵)

ترجمہ: اے میرے مولا و مالک میری قسمت میں کر دے کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر مبذول فرمائے ہیں اور یہ کہ میں وہ نیک عمال کروں جو تجھے پسند ہوں نیز میرے بھلے کے لیے میری اولاد کو صلاحیت سے نواز دے۔ میں ہر حالت میں تیرے حضور جھکتا ہوں اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں خدائی تعلیمات میں بچوں کے متعلق کتنا اہم اور پر شفقت پروگرام دیا جا رہا ہے گویا بچے انسان کے دل کے ٹکڑے اور نرم و نازک پھول ہیں جن کی پرورش اور حفاظت نہایت خلوص اور توجہ و لگن کے ساتھ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے حالانکہ ماں باپ کے دلوں میں فطری طور پر بھی اولاد کے متعلق نہایت عمیق جذبات ودیعت کر دیے گئے ہیں مگر پھر بھی رحمٰن و رحیم خالق و مالک مزید سے مزید عمدہ سلوک کی تلقین و تاکید فرما رہا ہے۔ درحقیقت یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگرچہ تمہارے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہے مگر یہ میری بھی پیاری مخلوق ہے لہٰذا میری ان پر رحمت و شفقت تم سے کہیں بڑھ کر ہے بلکہ تمہارے دلوں میں ان کی محبت و شفقت پیدا کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔

نیک اور صالح اولاد کا اپنے محسن والدین کے ساتھ کیسا سلوک ہو؟

فرمان الٰہی ہے کہ

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن و فصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک۔ الی المصیر۔

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے حق میں تاکید فرما دی ہے جب کہ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوا لہٰذا اے انسان تو میرا شکرگزار بن نیز اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند ہو۔ آخر میرے ہی حضور آنا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ کے اوصاف جمیلہ

وبرا بوالدتی الخ

ترجمہ: یعنی مجھے میرے اللہ نے منجملہ دیگر کمالات کے یہ وصف بھی عطا فرمایا کہ مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا۔

جد انبیاء حضرت ابراہیمؑ دعا فرماتے ہیں۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب (ابراہیم)

ترجمہ: اے مولا و مالک ہمیں معاف فرما دے اور میرے ماں باپ اور تمام اہل ایمان کو بھی بخش دے جس دن یوم حساب قائم ہوگا۔

حضرت نوحؑ دعا کر رہے ہیں

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات۔ (نوح)

ترجمہ: اے مالک حقیقی مجھے اور میرے ماں باپ کو معاف فرما دے اور ہر اس صاحب ایمان کو جو میرے گھر میں داخل ہو نیز تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بھی بخش دے۔

بچوں کا جائیداد میں حصہ

فرمایا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (نساء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکید کرتا ہے کہ لڑکے کا وراثت میں لڑکی کے مقابلہ میں دوہرا حصہ ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ خالق کائنات نے اولاد کے مسئلہ کو نہایت اہمیت دی ہے ان کی عمدہ پرورش و تربیت، ان کی جملہ مادی و روحانی ضروریات کے تکفل کا ماں باپ کو تاکیدی حکم فرمایا نیز ان کو ایک صالح مہذب اور باخدا انسان بنانے کے لیے تمام اسباب و وسائل بروئے کار لانے کی تلقین فرمائی ہے ان کو عطیہ الٰہی سمجھتے ہوئے ان کی جسمانی روحانی اور نفسیاتی ضروریات کی فراہمی اور تکفل والدین کا فریضہ قرار دیا گیا ہے پھر بچہ کی صلاحیت کا اظہار والدین کے ساتھ احسان مندانہ سلوک اور پر خلوص اطاعت اور وفا شعاری کی صورت میں دکھایا۔ الغرض دونوں فریقوں کو حسب ضرورت و استعداد مضبوط بنیادوں پر پاکیزہ اور ٹھوس رابطہ پیدا کرنے کے لیے بہترین تعلیمات اور اصول و ضوابط تعلیم فرمائے جن پر عمل پیرا ہو کر ہر فریق دین و دنیا کی خوش بختی، امن و سکون اور دائمی کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور کسی ایک فریق کا عدم تعاون تمام حالات کو تلپٹ کرنے کا باعث ہوگا پھر نہ کوئی ہنستا کھیلتا خاندان مرتب ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی پر امن اور خوشگوار معاشرہ وجود پذیر ہو سکتا ہے۔ الغرض پھر انسانیت تہذیب و تمدن اور اخوت و ہمدردی کے مفہوم سے کبھی بھی آشنا نہیں ہو سکتی۔

قارئین! ان پاکیزہ اور کامیاب ترین اصول و ضوابط کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی تہذیب کوئی ادارہ یا کلچر وغیرہ دیگر کوئی اصول و ضوابط پیش کر سکا ہے یا کر سکتا ہے۔

لہٰذا ہمیں خود بھی ان نورانی اصولوں کو اپنانا چاہیئے نیز تمام عالم انسانیت کو اس کی دعوت دینی چاہیئے۔

پھول کے ساتھ
کانٹے بھی ہوتے ہیں

جب اولاد اتنی اہم اور عطیہ خداوندی ہے انسان کے دل کا سرور آنکھوں کا نور ہے تو غالب امکان ہو سکتا ہے کہ انسان فطری جذبات میں بہہ کر اولاد کی صحیح تربیت نہ کر سکے۔ ان کی محبت اور بے جا فرمائشوں اور چاہتوں کے پیش نظر ان کو صحیح خطوط پر نہ چلا سکے تو اس مرحلہ میں رب قدیر نے ایک مزید حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ اے انسان یہ درست ہے کہ اولاد بڑی پیاری شے ہے۔ انسان اس کی محبت میں بہک کر غلط لائن بھی اختیار کر سکتا ہے، مگر تم خود یہ امر ملحوظ رکھنا کہ:

المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والبقیت الصلوت خیر عندربک ثوابا وخیرا ولا (الکہف ۴۶)

ترجمہ: یعنی مال اور اولاد صرف دنیا کی زیب و زینت ہیں جب کہ باقی رہنے والی نیکیاں ہی اجر و ثواب میں تیرے رب کے ہاں بہتر ہیں اور توقع کے طور پر یہ باقیات بہتر ہیں۔

لہٰذا تم بھی اولاد کو اچھی تربیت دے کر آخرت کی نیکیوں میں تبدیل کر لو۔

خالق کائنات اولاد کے بارے میں تنبیہ فرماتا ہے کہ

واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ (الانفال ۲۹،۸ تا ۱۵)

یعنی مال و دولت اور اولاد ایک آزمائش ہیں۔ اگر مال کو حلال ذریعے سے کمایا اور خدا کے حکم کے مطابق خرچ کیا تو آخرت کا ذخیرہ ہوگا بصورت دیگر آخرت میں وبال ہوگا۔ ایسے ہی اولاد کو اگر صحیح تربیت کر کے ان کو صالح افراد بنایا تو آخرت کا سہارا ہوگی ورنہ دوسری ہی صورت ظاہر ہوگی۔

وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی (۳۴:۳۷)

ترجمہ: مال و اولاد فی نفسہ قرب خداوندی کا ذریعہ نہیں بلکہ ان کا صحیح استعمال ہی یہ نتیجہ پیدا کر سکتا ہے لہٰذا ان کے بارے میں تمھیں خوب غور و فکر اور جد و جہد کرنا ہوگی۔

یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا فاحذروھم (التغابن ۱۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! یقیناً تمھاری بعض بیویاں اور اولاد تمھارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہنا۔

اہل ایمان کو زوردار تنبیہ

فرمایا۔ یاایہا الذین آمنوا لاتلھکم اموالکم ولااولادکم عن ذکراللہ (۶۳:۹)

اے ایمان والو! تمھیں یہ مال اور اولاد خدا کی یاد (اطاعت و بندگی) سے غافل نہ کر دے۔ یاد رکھو جو اس روش پر چل پڑا وہ تو بڑے خسارے میں پڑ گیا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ رب کریم نے انسان کو اولاد کے بارے میں کیسے صاف اور فیصلہ کن انداز میں صحیح صحیح تعلیم اور اصلاح و کامیابی کے بہترین اصول و ضوابط سے نوازا ہے جن کو اپنا کر انسان اپنی دنیا کو باغ و بہار بنا سکتا ہے۔ ایک پر امن اور خوشگوار خاندان اور معاشرہ تشکیل کر سکتا ہے اور آخرت میں بھی ہر قسم کی خوش بختی اور کامیابی سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ رب رحیم نے مزید ارشاد فرمایا یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا (التحریم ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو (خدا کی بندگی اور اطاعت میں زندگی گزار کر) جہنم کی آگ سے بچا لو۔

فرمایا: قل ان الخاسرین الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیامہ الا ذلک ھوالخسران المبین۔ لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل ذالک یخوف اللہ بہ عبادہ (الزمر ۱۵ تا ۱۶)

ترجمہ: میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ بلاشبہ وہ لوگ نقصان میں ہوں گے جنھوں نے (اللہ کی بندگی اور اطاعت کا راستہ نہ اپنا کر) اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قیامت کے روز خسارے میں ڈال لیا۔ خبردار یہی واضح خسارہ ہے کہ جس کی تلافی نہ ہو سکے گی (ان کا انجام یہ ہوگا کہ) ان کے اوپر آگ کے بادل چھائے ہوئے ہوں گے اور ان کے نیچے بھی یہی بدانجامی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وقال الذین آمنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیامہ الا ان الظالمین فی عذاب مقیم (الشوریٰ آیت ۴۵)

ترجمہ: اور ایمان والے کہیں گے کہ بلاشبہ نقصان میں رہیں گے وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قیامت کے روز خسارے میں ڈال دیا۔ خبردار! یقیناً ظالموں کے لیے دائمی عذاب ہوگا اور ان کا وہاں کوئی بھی حمایتی نہ ہوگا جو اللہ کے سوا ان کی مدد کرے اور حقیقت یہ ہے کہ جسے اللہ ہی بے یار و مددگار چھوڑ دے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔ لہٰذا

تم اپنے مالک حقیقی کے فرامین مان لو۔ اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے نہ ٹلنے والا دن آجائے (قیامت) کیونکہ وہاں تمہارا بچاؤ نہ ہوگا اور نہ ہی تمہاری طرف سے کوئی انکار کرنے والا ہوگا۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا آیات میں علیم وخبیر ذات الٰہی نے ہمیں اپنی ازواج واولاد کے بارے میں نہایت اہم معلومات فراہم کی ہیں لہٰذا ہمیں ان کے بارے میں پوری طرح ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہئے کہ اصل لحاظ، اطاعت پسند اور مرضی اپنے مالک حقیقی کی مقدم رکھیں۔ کسی عزیز سے عزیز تعلق دار کے ناز ونخرے یا فرمائشوں میں مگن ہو کر رب رحیم کی مرضی اور منشاء کو نظر انداز کریں اور اس ڈگر پر اپنے اہل خانہ کو بھی چلانے کی کوشش کریں۔ پھر مالک کے حضور سرخرو ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ رب رحیم نے فرمایا:

وامر اهلك بالصلوة واصطبر عليها لانسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ (طٰہٰ ۱۳۲)

ترجمہ: اپنے اہل کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہئے۔ ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کرتے۔ رزق تو ہم دینے والے ہیں اور یاد رکھیے! عمدہ انجام صرف خدا خوفی اور تقویٰ شعاری ہی میں منحصر ہے۔

حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام اسی روش پر قائم تھے۔

واذكر في الكتاب اسماعيل انه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيا○ وكان يامر اهله بالصلوة والزكوة وكان عند ربه مرضيا○ (مریم ۵۴ تا ۵۵)

ترجمہ: اور اس کتاب برحق (قرآن مجید) میں اسمٰعیل علیہ السلام کا تذکرہ فرمائیے بلاشبہ وہ سچے وعدے والے اور رسول و نبی تھے وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کی جناب میں بڑے پسندیدہ تھے۔

مندرجہ بالا تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولاد واقعی عطیہ خداوندی ہے۔ بڑے بڑے صالحین، انبیاء اولیاء نے اس کی طلب کی ہے۔ اولاد انسان کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہے۔ ماں باپ کی معاون ومددگار اور بوقت ضرورت ایک بہترین سہارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں خود یہ جذبۂ محبت ودیعت فرمایا ہے اور پھر ان کے ساتھ عمدہ سے عمدہ سلوک کرنے کی تاکید بھی فرمائی ان کی اچھی پرورش اور عمدہ تربیت کرنے کا موکد حکم فرمایا ہے تاکہ وہ ایک مہذب معاشرہ کے باصلاحیت افراد بن سکیں۔ وہ باخدا تہذیب اور امن وسکون سے بھرپور معاشرہ کے معمار اور حافظ بن سکیں۔ وہ دنیا میں اپنے مالک حقیقی کے سچے اور وفادار بندے اور پرستار بن کر تمام افراد انسانی کو بھی اس لائن پر چلانے کی بھرپور جدوجہد کرنے والے ہو جائیں اور آخرت میں اپنے خدائے عزوجل کے حضور پورے طور پر سرخرو ہو کر دائمی راحت اور خوش بختی کے وارث بن جائیں۔

رب کریم نے جیسے والدین کے ذمہ اولاد کی صحیح پرورش وتربیت اور ان کے ساتھ نہایت شفقت ورحمت کا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی اسی طرح بچوں کو بھی والدین کی خدمت اور ان کی تمام حاجات وضروریات پورا کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ اپنی عبودیت اور اطاعت کے بعد انہی کا نمبر رکھا۔ والدین کی دل آزاری اور دل شکنی کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی۔

اب فرمائیے اس نورانی اور کامل ترین تعلیمات کے مقابلہ میں انسان کے پاس کسی بھی کونے کھدرے میں اس جیسا کوئی ضابطہ موجود ہے؟ ہرگز نہیں! لہٰذا جو حقوق وفرائض کا ضابطہ اسلام نے وضع فرمایا ہے وہ بے مثال اور بے نظیر ہے دنیائے عالم کو اسے ہی حرز جان بنانا چاہئے نہ کہ اپنے خود ساختہ عقل وانصاف سے خالی ضابطے دنیا پر مسلط کرتے پھریں۔ کبھی حقوق انسانی کا شوشہ کبھی حقوق نسوانی کا شور اور کبھی چائلڈ لیبر کا غل غپاڑہ یہ سب

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

فاروق اعظمؓ کی سماجی فکر

پروفیسر بدر الدین الحافظ

فاروق اعظمؓ ایک غیر معمولی دانش مند اور صاحب فراست ہونے کے ساتھ عادل، رحم دل، غیرت مند اور مضبوط کردار کے انسان تھے، ان میں دینی حمیت اور دلیری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، وہ ایک ایسی اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالنا چاہتے تھے جس میں حریت فرد، انسانی فلاح وبہبود اور صالح معاشرے کی اقدار ہر انسان کے ہر عمل سے نمایاں محسوس ہوں۔ انھوں نے چلتے پھرتے چھوٹے چھوٹے واقعات میں اپنے اعمال اور اقوال سے ایسی مثالیں چھوڑی ہیں جو آج بھی حکمرانوں، افسروں، تاجروں، راہگیروں، عورتوں اور مردوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی اہم منصب پر پہنچنے اور مال ودولت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بدنیتی کا ناگ کسی شخص کو کسی وقت بھی اپنی گرفت میں لے سکتا ہے اور اس میں پاک دامنی کے پل صراط سے سلامت روی کے ساتھ گزر جانے کا نام تقویٰ ہے جس پر قرآن کریم نے جا بجا زور دیا ہے اور اس اہم نکتہ پر فاروق اعظمؓ کی بخوبی نگاہ تھی اور وہ حسن تدبیر سے کام لینا بھی جانتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خود ایسے مضبوط کردار کے انسان تھے جس کے عمل میں کہیں جھول نہ تھا اس لیے وہ دوسروں کی بے جھجک گرفت کرنے میں تامل نہ کرتے تھے اور اسی سے نظام سلطنت ہر گوشہ سے چاق وچوبند رہتا تھا۔ ایک مرتبہ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ کے والد حضرت ابو سفیانؓ اپنے بیٹے سے ملنے شام گئے اور کچھ عرصہ رہ کر مدینہ واپس آئے۔ حضرت عمرؓ کو ان کی آمد ورفت کا پورا علم تھا جب وہ واپس آئے تو انھیں کچھ شک ہوا کہ یہ ایک خوش حال صوبے کے گورنر کے پاس سے آئے ہیں ضرور کچھ لائے ہوں گے اور بیٹے نے باپ کو کچھ تحفے تحائف دیئے ہوں گے حضرت ابو سفیانؓ آئے تو اخلاقاً ملاقات کے لیے امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے دوران گفتگو فاروق اعظمؓ نے فرمایا اے ابو سفیانؓ کچھ ہمیں بھی انعام واکرام دو۔ انھوں نے فوراً جواب دیا امیر المومنین! ہمارے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں ہے ہم کیا انعام دیں۔ فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر اپنا ہاتھ ان کی انگلی کی طرف بڑھایا اور اس سے انگوٹھی اتار لی۔ اس کے بعد وہ انگوٹھی اپنے خادم کو دی اور کہا۔ اسے ابو سفیان کے گھر لے جاؤ اور ان کی اہلیہ سے کہنا کہ ابو سفیان نے یہ انگوٹھی دی ہے اور کہا ہے کہ اپنے سفر سے جو ڈبہ بیگ لایا ہوں وہ دے دو۔ خادم فوراً ان کے گھر پہنچا اور انگوٹھی دکھا کر بیگ لے آیا۔ فاروق اعظمؓ نے ابو سفیان کے سامنے بیگ میں سے دس ہزار درہم نکالے اور بغیر کچھ کہے بیت المال میں جمع کرا دیے اور حضرت ابو سفیان یہ سب منظر دیکھتے رہ گئے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں ہر طرف سے مساوات کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں غریبوں کی ترقی کے لیے سب بے چین دکھائی دیتے ہیں اس سلسلے میں فاروق اعظمؓ کی مثال بھی ملاحظہ ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ سنا ہے کہ تم ہر خاص وعام کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت دیتے ہو مگر میرا یہ خط

پہنچنے کے بعد اس کا ایک اصول قائم کرو، پہلے اپنی مجلس میں شرفاء اہل تقویٰ و دین قرآن کریم کی فہم رکھنے والوں کو جگہ دو جب وہ بیٹھ جائیں تب عوام کو آنے کی اجازت دو۔ لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ جب آپ نے مکہ معظمہ میں دیکھا کہ سردار اور رؤساء اپنے غلاموں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تو آپ ان پر ناراض ہوئے اور سختی سے کہا، قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے خادموں پر خود کو ترجیح دیتے ہیں پھر آپ نے خدام کو بلایا اور انھوں نے سادات و رؤسا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ نے فقراء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تم اپنے سروں کو اونچا کر کے چلو، راستہ واضح ہے اور تمام بھلے کاموں میں حصہ لو مگر مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔ پھر اپنے مال دار اور غریب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، لوگوں کو چاہیئے کہ وہ کوئی نہ کوئی پیشہ ورانہ تربیت حاصل کریں۔ معلوم نہیں کس وقت کس کام کی ضرورت پڑ جائے۔ چاہے وہ مال دار ہی کیوں نہ ہو ضرورت تو ہر ایک کو ہو سکتی ہے۔

انفرادی اصلاح

ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ ایک تنگ راستے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایاس ابن ابی سلمہؓ کو دیکھا کہ وہ چوڑائی میں زیادہ راستہ گھیر کر چل رہے ہیں۔ آپ نے ان کے ایک کوڑا مارا اور زور سے کہا اے ابن ابی سلمہ ذرا راستہ سے ہٹ کر چل یعنی عام لوگوں کے لیے پریشانی مت پیدا کر۔ اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا اور پھر ایک مرتبہ ایک راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو فاروق اعظمؓ نے ابن سلمہ سے سوال کیا۔ کیا تم اس سال حج کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں امیر المومنین! آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے آئے اور چھ سو درہم ان کے حوالے کرتے ہوئے بولے۔ لو ابن سلمہ! یہ رقم تمہارے کام آئے گی اور یہ اصل میں اس دُرّے کی تلافی ہے جو گزشتہ سال میں نے تمھیں مارا تھا۔ ایاس بولے یا امیر المومنین! میں تو وہ واقعہ بھول گیا تھا۔ اب آپ نے یاد دلایا تو یاد آیا۔ آپ نے فرمایا مگر خدا کی قسم میں اسے نہیں بھولا ہوں۔

ایک مرتبہ تاجروں کی ایک جماعت آئی اور مسجد کے پاس ٹھہری۔ آپ نے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ کے ساتھ رات میں اس قافلہ کی نگرانی کا فیصلہ کیا اور دونوں وہاں جا کر رات بھر نوافل پڑھتے رہے اس دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے جا کر ماں سے کہا کہ اس کا خیال کرے۔ بچہ پھر رو دیا تو آپ نے ماں کو توجہ دلائی۔ تیسری بار بچے کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے سختی سے ماں سے کہا تو کس قدر بری ماں ہے کہ اپنے بچے کا خیال نہیں کرتی۔ اس نے کہا ہاں اس بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا ہے کیونکہ دودھ چھوڑنے سے پہلے عمرؓ کسی بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتے اس لیے دودھ چھڑا دیا گیا ہے۔ اس پر آپ نے اعلان فرمایا کہ کسی بچے کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کی جائے اور ہر بچے کو اس کا حق دیا جائے۔

ایک مرتبہ آپ کو ایک ایسے شخص کا علم ہوا جو کئی بار شراب خوری کا ارتکاب کر چکا تھا۔ آپ نے اس کو ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا میں تیرے ساتھ اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور سخت عذاب دینے والا بھی ہے بس اسی کی طرف ٹھکانا ہے۔ جب اس آدمی کو یہ تحریر ملی تو اس کو بار بار پڑھتا رہا اور روتا رہا۔ آخر کار اس نے توبہ کر لی اور شراب چھوڑ دی۔ جب اس کی اطلاع فاروق اعظمؓ تک پہنچی تو آپ نے ہم نشین صحابہ کرامؓ سے فرمایا تم بھی ایسا ہی کرو۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بہت سختی سے مخاطب کیا۔ کیونکہ انھوں نے ایک مے خوار نوجوان کو کوڑے لگائے اس کا سر منڈوایا اور منھ کالا کر کے گھمایا اور یہ بھی حکم دیا کہ اس کا بائیکاٹ کرو۔ نہ کوئی اس کے ساتھ

کھائے پیئے نہ اس کو اپنے پاس بٹھائے۔ اس نوجوان نے امیر المومنین کے دربار میں شکایت کر دی۔ آپ نے حکم دیا۔ اس سے نہ مسلمان ملنا چھوڑیں نہ کھانا پینا ترک کریں اور اگر یہ توبہ کر لیتا ہے تو اس کی گواہی بھی قبول کی جائے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک بوڑھے سائل کو دیکھا جو کسی دروازے پر کھڑا سوال کر رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا آخر تجھے اس حالت پر آنے کے لیے کس چیز نے مجبور کیا ہے؟ اس نے کہا میں جزیہ ادا کرنے اور اس کبر سنی میں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے آئے اور اس وقت کی ضرورت تو پوری کر دی اس کے بعد بیت المال کے خازن کو لکھا ذرا اس شخص کی حالت اور اس کے ٹیکس پر غور کرو۔ خدا کی قسم ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے کیونکہ ہم نے اس کی جوانی کو تو کھا لیا اور بڑھاپے میں رسوا ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ارے یہ تو اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے اس لیے اس پر سے جزیہ اور ٹیکس اٹھا لیا گیا۔

حضرت عمرؓ کی معاملہ فہمی اور رحم دلی کا حال یہ تھا کہ آپ نے سڑک سے اٹھائے ہوئے بچے کے لیے بھی اسی طرح ایک سو درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جس طرح عام والدین والے بچوں کو دیا جاتا تھا تاکہ ناجائز اولاد سے عوام کی نفرت دور ہو۔

بعض چھوٹے چھوٹے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی معاشرے پر کتنی گہری نگاہ تھی اور وہ کس حد تک اس کی اصلاح کی فکر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک عورت کو کچھ عجیب لباس میں دیکھا تو اس کے بارے میں معلوم کیا کون ہے پتہ چلا کہ فلاں باندی ہے۔ آپ نے اس کو کوڑے مارے اور کہا کم بخت تو آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے یہ ایک معمولی واقعہ ہے مگر موجودہ تہذیب کے علمبرداروں کو یقیناً اس میں ایک بہت وسیع میدان ہاتھ آ جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنی مرضی کا لباس پہن کر جب چاہے جہاں چاہے جانے کا حق ہے اس پر پابندی لگانا گویا حقوق انسانی کی خلاف ورزی ہے مگر العقاد کہتے ہیں کہ موجودہ تہذیب کے جاں نثار ان شکوک عورتوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو عام اور اعلیٰ درجے کی خواتین کا لباس زیب تن کر کے عام گھروں میں جاتی ہیں۔ معزز خواتین سے ملتی ہیں اور ان کے ساتھ بازاروں میں نکلتی ہیں۔ کیا کوئی صورت ہے کہ ان مشکوک عورتوں کو شریف عورتوں سے علیحدہ کیا جا سکے؟

ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو زمین پر اتراتے ہوئے ایسی چال سے چلتے دیکھا جو شریف آدمیوں کو زیب نہیں دیتی۔ آپؓ نے اس کو اس بے راہ روی سے باز رہنے کا حکم دیا مگر اس نے اس سے نہ صرف انکار کیا بلکہ عدم استطاعت ظاہر کی۔ اس جواب پر آپ نے کوڑے مارے مگر وہ مار کھا کر بھی اپنی روش پر قائم رہا۔ آپ نے پھر سختی کی اور چھوڑ دیا۔ کافی دن گزر گئے اس کے بعد وہ آدمی ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب وہ اپنی عادت چھوڑ چکا تھا اور کہنے لگا: — امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے فرمایا: ہاں تیرے ساتھ شیطان لگا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے نجات دی۔

ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ حطیئہ شاعر پر بہت ناراض ہوئے کیونکہ وہ لوگوں کی ہجو کیا کرتا تھا۔ آپ نے اس پر سختی کی تو رونے چلانے لگا اور کہنے لگا۔ میری تو روٹی روزی دونوں کا ذریعہ یہی ہے۔ لوگ اپنی ہجو سے بچنے کے لیے مجھے کھلاتے ہیں۔ اگر میں ہجو گوئی چھوڑ دوں تو بچے بھوکے مر جائیں گے۔ آپ نے پہلے تو اسے دھمکایا کہ تیری زبان کاٹ دوں گا۔ پھر رحم آیا تو اس سے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

بیگم سید اصغر حسین

ساس بہو میں حسنِ سلوک

ساس سسر کے حقوق قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے کہ والدین کے، کیونکہ وہ شوہر کے والدین ہی تو ہیں لیکن شاید ازل سے ساس بہو کے جھگڑے کی نوعیت ایسی ہو گئی ہے کہ سیکڑوں انقلاب کی آندھیاں چلیں، حکومتیں بدلیں ملک تقسیم ہوئے ادیب اور شاعر زندگی بھر جھک مارتے رہے مگر ساس بہو کی لڑائی دنیا سے ختم نہ ہوئی۔ ایسی حالت میں غریب لڑکے کی زندگی بڑے عذاب میں گذرتی ہے۔ ماں کی طرفداری کرے تو بیوی چراغ پا ہوتی ہے، بیوی کی ہمدردی کرے تو ماں سمجھتی ہے کہ بیٹا میرا اپنا ہی نہیں رہا۔ سب کی اصلاح آسان ہے لیکن ساس بہو کی ناممکن سی ہو گئی ہے ایک دوسرے کے طعن و تشنیع سے دونوں کا کلیجہ چھلنی ہوا کرتا ہے، دونوں کی زندگی بے لطف ہو جاتی ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اس میں دانشمندی اور تھوڑے سے صبر و تحمل کی ضرورت ہے، خاص کر ساس پر زیادہ حق ہے کہ وہ بہو کی خامیوں کو نظر انداز کر کے اس کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کرے۔ وہ اپنے شفیق والدین وعزیز ترین بھائی بہن کو چھوڑ کر نئی دنیا میں قدم رکھتی ہے پھر نو عمر اور نو تجربہ کار بھی ہوتی ہے، اس لیے اس وقت ساس نندوں کی محبت و دلجوئی کی سخت ضرورت اسے ہوتی ہے۔ ساس نندوں پر لازم ہے کہ اپنے مخلصانہ طرز عمل سے بہو کو اس قابل بنائیں کہ آئندہ چل کر ان کے گھر کی رونق اور ان کی اچھی رفیق بنے۔ میری عقل سوچنے سے قاصر ہے کہ ساس اگر بیٹی کی طرح اور نند بہن جیسا سلوک اگر کرے تو بہو کیونکر نالائق ہو سکتی ہے۔ محبت و خلوص وہ چیز ہے کہ ہر مخالف، موافق بن سکتا ہے۔

ہر انسان میں فطرتاً کچھ خامیاں ہوتی ہیں مگر اپنا وقت یاد نہیں رہتا، ہر بہو میں کم و بیش کمزوریاں لازمی ہیں ان کو محبت و شفقت سے نباہا جا سکتا ہے محبت کی نصیحت ہمیشہ کارگر ہوا کرتی ہے برعکس اس کے اگر اس کی ہر بات چٹکیوں پر اڑائی جائے۔ قدم قدم پر نکتہ چینیاں کی جائیں ہر کس و ناکس سے بہو کا دکھڑا رویا جاوے تو بہو کبھی نہ سدھر سکے گی، بلکہ اچھی بھی ہو گی تو بگڑ جائے گی اور گھر ہمیشہ میدان جنگ ہی بنا رہے گا ساسوں کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ گھر کی چیزیں جن میں بہو اور بیٹی دونوں حقدار ہیں بہو سے بچا بچا کر بیٹی کو سونپتی ہیں اور گھر کے معاملات میں بہو پر اعتماد ظاہر نہیں کرتیں، اس سے دل پھٹ جایا کرتے ہیں ساس اگر جو کی تخم ریزی کر چکی ہے تو گندم کی امید عبث ہے۔ سب سے بہترین طریقہ اچھے تعلقات رکھنے کا یہ ہے کہ اگر ماں بیٹے کی دست نگر نہیں ہے بیٹا برسر روزگار ہے تو بہو کو فوراً اس کے ساتھ کر دینا چاہیے، اس شکل میں محبت جوں کی توں قائم رہتی ہے، اختلاف و نفاق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ ساس بہو کے پاس رہنے پر مجبور ہے، اس کا کوئی ذریعہ نہیں تو اس وقت بہو پر فرض ہے کہ اس کو شوہر کی ماں سمجھ کر اپنے کو اس کی خادم بیٹی بنا دے، لائق بہو پورے خاندان کو اجاگر کرتی ہے، قدرت نے اگر محبت و شفقت کرنے والی ساس عنایت کی تو بہو کی بڑی خوش نصیبی ہے لیکن اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو تب بھی بہو کا فرض ہے کہ ساس کی خدمت و اطاعت میں حتی المقدور کمی نہ کرے۔ اس کی جا و بیجا بات، کندہ پیشانی برداشت کرے، ایک میٹھا جواب ہزار غصہ کو فرو کر سکتا ہے خاص کر اس وقت جب کہ ساس بیٹے کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔ بعض بہوؤں کی بدمزاجی و سخت کلامی ضعیف ساس کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ بیچاری ہر وقت موت کی منتظر رہتی ہے۔ حیف ہے ایسی بہو پر کہ ساس نند کی برائی رشتہ داروں اور محلہ والوں سے کرے، دنیا سنتی ہے مضحکہ اڑاتی ہے، نتیجہ کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ ایثار و تحمل ایسی چیز ہے کہ اس سے ساری برائیاں دور ہو سکتی ہیں لائق بہو اگر قسمت سے مل جائے بیٹی کی محبت مات کر دیتی ہے، وہ بخوبی سمجھتی ہے کہ شوہر کے ماں باپ کا کتنا بڑا حق تابعداری و فرمانبرداری کا اس پر ہے وہ نہایت خوشی سے ان کی خدمت کے فرض کو انجام دیتی ہے، ہر ضعیف کی خدمت کا بڑا ثواب ہے، پھر شوہر کے ضعیف والدین کی خدمت کا جو اجر و ثواب ملے گا اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو برکتیں عطا فرمائے گا یہاں ان کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بہنو اور بیٹیو! ماں باپ کی طرح ساس کی خدمت و اطاعت بھی عبادت ہے۔ بیویوں کی زندگی کی کامیابی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کاش کہ ہم سمجھ سکتے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔

بقیہ: جذبۂ انتقام

معاملات عدالت خداوندی کے سپرد کر دے اور سچے دل سے کہے کہ میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا بندوں سے خوب آگاہ ہے۔ اگر لوگوں کو صبر کی عادت پڑ جائے تو انسانی زندگی ہزارہا تلخیوں اور نامرادیوں سے پاک ہو جائے اگر صبر کی تکلیف نہ اٹھائی جائے تو کم از کم غور و فکر ہی سے بدلے کر معاملات کو آسان بنایا جا سکتا ہے مثلاً جب کسی سے بدی سرزد ہو تو اس کے اسباب پر غور کریں اور جب انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہو تو اس کے انجام و عواقب کو پہلے سوچ لیں صرف ان دو باتوں پر عمل کرنے سے بڑی حد تک انتقام کی آگ سرد ہو جائے گی اور ہمارے قلوب بغض و عداوت کی آلودگیوں سے نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو جسمانی، مالی یا علمی طاقت یا حکومت عطا کی ہے تو اس عطیہ خداوندی کو انتقام اور ایذا رسانی میں صرف کرنا اس کی بدترین توہین ہے جس سے ہر شکر گزار بندے کو اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضعہ ہیں اور آپ نے جن کے بارے میں ارشاد فرمایا ام ایمن امی بعد امی کہ ام ایمن تو میری ماں کے بعد میری دوسری ماں ہیں علم و عمل کا پہاڑ تھیں۔ ان کے سفر ہجرت کا ایک عجیب واقعہ نقل ہوا کہ سفر ہجرت میں اور زاد راہ سے خالی و تہی دامن کتنا بلند اور اعلیٰ توکل تھا۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (القرآن) پھر سفر میں روزہ رکھ لیا اور افطاری کا سامان نداردفرماتی ہیں کہ سر پر مجھے ایک سرسراہٹ سی محسوس ہوئی اوپر دیکھا تو ایک ڈول لٹک رہا ہے تو میں سمجھی کہ عرش والے نے افطاری بھیج دی تو اس سے افطار کیا، کیا مبارک خواتین تھیں جن کی افطاری کا سامان جنت الفردوس سے آ رہا ہے لکھا ہے کہ بعد میں انھیں زندگی بھر پیاس محسوس نہ ہوئی۔

جذبۂ انتقام

حافظ خلیل احمد تونسوی

انسان کی فطرت ہی عجیب ہے اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اس کے معاوضہ کے لیے سالہا سال بھی تیار نہیں ہوتا لیکن اگر اس کے ساتھ برائی کی جائے تو جلد از جلد انتقام لینا چاہتا ہے' بدی کے مکافات کا جذبہ اس کے دل میں بہت جلد پیدا ہوتا ہے اور بری طرح پیدا ہوتا ہے انتقام کا جن اس کو بد حواس باختہ کر دیتا ہے آسمانی فرشتے واعفوا واصفحوا کی صدا بلند کرتے ہیں اور والکاظمین الغیظ کے نعرے لگاتے ہیں لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دیتا. بارگاہ خداوندی کا آئین اور قانون ہے کہ بدی کی سزا بدی کے بقدر اور نیکی کی جزا دس گنا دی جاتی ہے لیکن انسانی فطرت کا قانون اس کے برعکس ہے ایک انسان اگر نیکی کا بدلہ دیتا ہے تو نیکی کے بقدر لیکن بدی کا بدلہ وہ دس گنا لینا چاہتا ہے. پس اگر کوئی اسے "تم" کہتا ہے تو وہ اسے "تو" کہتا ہے اور جو اسے "تو" کہتا ہے تو وہ اس کا جواب گالی سے دیتا ہے پھر اس کا جواب زبان کے بجائے ہاتھ سے دینا چاہتا ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ جو شخص انتقام کے درپے رہتا ہے وہ اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے اگر وہ انتقام کے درپے نہ رہتا تو یہ زخم خود بخود اچھے ہو جاتے. بہترین انتقام یہ ہے کہ تم اپنے دشمن کے ساتھ نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ پیش آؤ نہ کہ یہ کہ ان کی ہڈیاں توڑ دو اور ان کے سر پر کوڑے جلا کر ان کی روح کو مجروح کرو بلکہ ان کی خطائیں معاف کر کے اپنی روحانی خوشیوں کی پرورش کرو. انتقام استقلالئے روح ہے کہ اس سلسلہ میں ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس سے خود ہم ہی کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہے. جو شخص انتقام لیتا ہے وہ برائی کرنے والے سے زیادہ برا ہوتا ہے' اسی جذبہ انتقام کی بدولت سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں' خاندان برباد ہو جاتے ہیں' زندگی کے تمام پروگرام زیر و زبر ہو جاتے ہیں لہذا انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ دل و دماغ سے انتقام اور کینہ کے کمینے خیالات نکال کر پھینک دے' انتقام لینا ــــ پہلی شیطانی حرکت ہے. جو شیطان نے آدمؑ سے کی' انسان سے شیطان کے کام کرانے والا انتقامؔ سے زیادہ اور کوئی کام نہیں۔

آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ انتقام کا جذبہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ صرف ذاتی مفاد کی مخالفت پر یہ جذبہ ابھرتا ہے' خواہ یہ مفاد مال سے تعلق رکھتا ہو' خواہ آبرو سے خواہ جان سے' مثلاً کوئی شخص کسی کو مالی نقصان پہنچائے یا اس کی توہین کرے یا اس کے جسمانی آزار کا باعث بنے تو وہ فوراً انتقام کے لیے آمادہ ہو جائے گا. جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے اور کوئی شخص بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی قوتوں کا جائزہ لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کے اندر کونسی ایسی طاقت موجود ہے جسے وہ اپنے حریف کے خلاف کامیابی سے استعمال کر سکتا ہے پس انسان میں جو خاص طاقت ہوتی ہے وہ اسے استعمال کر کے اپنے حریف کو نقصان پہنچاتا اور انتقام کے جذبے کو تسکین دیتا ہے. چنانچہ ایک تنومند اور طاقتور انسان جب کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگتا ہے اس کے بدن کو جنبش ہوتی ہے اور وہ اپنے حریف کو زدوکوب کی دھمکی دیتا ہے یا بالکل مغلوب الغضب ہو کر اسے جسمانی آزار پہنچاتا ہے اور اس طرح اپنے دل کا بخار نکالتا ہے جب کسی شخص کی جسمانی طاقت نہیں ہوتی تو وہ اپنے دوسری قوتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے مثلاً اگر وہ قانونی نکات سے واقف ہے تو وہ اپنے حریف کو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے بدنام و رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت اور شہرت کو خاک میں ملا دینے کی تدبیریں سوچتا ہے اگر کوئی شخص دولت یا حکومت رکھتا ہے تو حریف کو طرح طرح کے جانی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے' روپے میں بڑی طاقت ہے تو اس کے ذریعہ سے غدار ترین دشمنوں اور قاتلوں کو مول لیا جاتا ہے اور پھر انھیں مخالفین کی ایذا رسانی پر مامور کیا جاتا ہے جب ایک شخص کسی اور طریقہ سے انتقام نہیں لے سکتا تو وہ روپے خرچ کر کے اس طرح اپنے دشمن کو زیر کرتا ہے ارباب حکومت اگر کسی سے بدلہ لیتے ہیں تو حوالات و جیل کے دروازے اس کے لیے کھول دیتے ہیں یا جرمانے وغیرہ کے ذریعہ سے اسے مالی نقصان پہنچاتے ہیں' ایک وکیل کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اس کے خلاف ایک مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے اور قانون کی مدد سے اسے الزام کنندہ ٹھہرا کر سزا دلواتا ہے ایک شاعر کسی سے انتقام لیتا ہے تو اس کی دماغی قوتیں فوراً پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ایک ایک کر کے اپنے حریف کو منظوم گالیاں دے کر اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیتا ہے. ایک اخبار نویس کسی سے بگڑتا ہے تو اپنے اخبار کے صفحات اس کے سامنے آ جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ جس کے دامن شہرت کو چاہے داغدار کر سکتا ہے. انشا پردازی کی مشق کو ایک بڑی طاقت سے تعبیر کرتا ہے اور غرور اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہارا قلم اصفہان کی تلواروں اور جرمنی کی توپوں سے کم قوت نہیں رکھتا' آقا کسی نوکر سے بدلہ لیتا ہے تو معمولی حالت میں اسے وہ زدوکوب کرتا ہے اور زیادہ جوش کی حالت میں وہ اس کے علاوہ نقصان بھی پہنچاتا ہے یعنی نوکری سے برخاست کر دینے سے اس کے جذبہ انتقام کو تسکین نہیں ہوتی بلکہ اسے معطل کر کے جیل بھجوانے کی بھی کوشش کرتا ہے.

بہر حال انتقام کا جذبہ بہت خوفناک ہے اور دنیا میں ہر طرف اس کی آگ مشتعل نظر آتی ہے انسان اپنے مفاد کے خلاف کسی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا' ایک فقیر سے لے کر ایک امیر بلکہ ایک بادشاہ تک میں انتقام کا جذبہ موجود ہے رشتہ دار رشتہ دار اور دوست دوست سے اس بدی کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہے جب انتقام لینے کی طاقت موجود ہے تو وہ اپنے حریف کے خلاف اس طاقت کو استعمال کرتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے ستانے والوں سے انتقام لینے کے لیے کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے نہ ان کے پاس زور بازو ہے نہ دولت و حکومت ہے نہ ان کے منہ میں زبان ہے اور نہ ہاتھ میں قلم ہے' ایسے بے کسوں کا جب دل دکھتا ہے اور کوئی ان کے ساتھ بدی کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں' ان کے منہ سے ایک آہ نکلتی ہے یہ دہی آہ ہوتی ہے جس کے متعلق حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید
چوب خدا صدا ندارد
وقت یکہ زند دو ندارد

یہ انتقام بہت سخت ہوتا ہے اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی یہ آہیں کبھی بجلیاں بن کر اہل ظلم کے خرمن حیات پر گرتی ہیں اور کبھی سیلاب بن کر زندگی کی تعمیر کو فنا کرتی ہیں. اس کی وجہ یہ ہے کہ انتقام کا کام قدرت الٰہی اپنے ذمہ لے لیتی ہے لیکن یہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان صبر و ضبط کے ساتھ اپنے

(باقی صفحہ ۳۳ پر)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

سوال جواب

حج و عمرہ کی فضیلت

حج سے گناہوں کی معافی اور نیکیوں کا باقی رہنا

س: سنا ہے کہ حج ادا کرنے کے بعد وہ انسان جس کا حج قبول ہو جائے وہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ پیدا ہونے کے بعد کوئی بچہ، کیا یہ بات درست ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو کیا اس شخص نے جو اب تک نیکیاں کیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی۔

ج: گناہوں کے معاف ہونے سے نیکیوں کا ختم ہونا کیسے سمجھ لیا گیا ہے حج بہت بڑی عبادت ہے جس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر عبادت سے نیکیاں تو ضائع نہیں ہوا کرتیں اور یہ جو فرمایا کہ "گویا وہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے" یہ گناہوں سے پاک ہونے کو سمجھانے کے لیے کہ جس طرح نومولود بچہ گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے اسی طرح حج مبرور کے بعد آدمی گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

حج قبول کی پہچان؟

س: اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم نے حج تو کر لیا ہے مگر معلوم نہیں خدا نے قبول کیا کہ نہیں۔ میں نے یہ سنا ہے کہ اگر کوئی مسلمان حج کر کے واپس آئے اور واپس آنے کے بعد پھر سے برائی کی طرف مائل ہو جائے یعنی جھوٹ، چوری، غیبت، دل دکھانا وغیرہ شروع کر دے تو یہ ان لوگوں کی نشانی ہوتی ہے جن کی عبادت خدا نے قبول نہیں کی ہوتی۔ کیونکہ انسان جب حج کر کے آتا ہے تو خدا اس کا دل موم کی طرح نرم کرتا ہے اور سوائے نیکی کے وہ اور کوئی کام نہیں کرتا، یہ کہاں تک درست ہے؟

ج: حج مقبول وہی ہے جس سے زندگی کی لائن بدل جائے۔ آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہو اور طاعات کی پابندی کی جائے۔ حج کے بعد جس شخص کی زندگی میں خوشگوار انقلاب نہیں آتا اس کا معاملہ مشکوک ہے۔

نفل حج زیادہ ضروری ہے یا غریبوں کی استعانت

س: حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے دوران حج اسلامی یک جہتی اور اجتماعیت کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے جس کی افادیت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا مگر جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ آج کل نفل حج جائز ہے یا نہیں؟ خاص طور پر ان ممالک کے باشندوں کے لیے جہاں سے حج کے لیے جانے پر ہزار ہا روپے خرچ کرنا پڑتے ہیں جب کہ ایک مولانا صاحب نے روزنامہ جنگ کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ کمیونزم اور سوشلزم یعنی لادینیت کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی روٹی کا مسئلہ حل کر دیا جائے پاکستان اور دیگر بہت سے مسلم ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان محض پیٹ کی مجبوری کی خاطر عیسائیت اختیار کر رہے ہیں پاکستان کے غریب مسلمانوں میں اگر سوشلزم سے کوئی ہمدردی ہے تو محض پیٹ کی خاطر ورنہ یہ لوگ بھی ہماری طرح مسلمان ہیں اور ضرورت پڑنے پر اسلام کے لیے جان بھی دینے کو تیار ہیں۔ نفل حج پر خرچ کی جانے والی رقم اگر پاکستان کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے تو میرا خیال ہے کہ ملک سے غربت کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا اور اسلامی نظام کی راہ میں حائل بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ پچھلے سال اس سلسلہ میں میں نے دوسرے مولانا صاحب کو لکھا تھا تو انہوں نے میری تائید میں جواب دیا تھا کہ "موجودہ حالات میں نفل حج کیلئے جانا گناہ ہے، اس رقم کو ملکی یتیموں اور محتاجوں میں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔" آپ سے گزارش ہے کہ اس پر مزید وضاحت فرمائیں اور پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کو اس حقیقت سے باخبر فرمائیں تاکہ اسلامی نظام کی راہ آسان سے آسان تر ہو جائے؟

ج...... ایک مولانا کے زور دار فتویٰ اور دوسرے مولانا کی تائید و تصدیق کے بعد ہمارے لکھنے کو کیا باقی رہ جاتا ہے! ہمارا ناقص خیال یہ ہے کہ نفل حج کو تو حرام نہ کہا جائے البتہ زکوٰۃ ہی اگر مالداروں سے پوری طرح وصول کی جائے اور مستحقین پر اس کی تقسیم کا صحیح انتظام کر دیا جائے تو غربت کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ مگر کرے کون؟

غربت کے بعد مالداری میں دوسرا حج

س...... مجھ پر حج بیت اللہ فرض نہیں تھا اور کسی نے اپنے ساتھ مجھے حج بیت اللہ کرایا، اور جب وطن واپس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دیا اور غنی ہوا، اب بتائیے کہ دوبارہ حج کے واسطے جاؤں گا تو یہ حج میرا فرضی ہو گا یا نفلی؟

ج...... پہلا حج کرنے سے فرضیت حج ساقط ہو جائے گی، دوسرا حج غنی ہونے کے بعد جو کریگا وہ حج فرض نہیں کہلائے گا بلکہ نفلی سمجھا جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۳۱ ج ۶)

بقیہ: امہات المومنینؓ

آنحضرت کی شادیوں کی تفصیلات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شادیاں امت کی تعلیم کے لیے تھیں جن میں دینی شرعی اور سیاسی مصلحتیں کارفرما تھیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں بیوائیں، مطلقات اور ایک باکرہ خاتون شامل تھیں۔ کم سن اور عمر رسیدہ دونوں طرح کی خواتین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ ایک وقت میں ایک ہی بیوی بھی رکھی اور بیک وقت کئی بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتۂ ازدواج میں منسلک رہیں۔ انعقاد نکاح کے لیے کسی مخصوص سن یا جگہ کی قید نہ تھی۔ شادیوں کے اغراض و مقاصد بھی ایک طرح کے نہ تھے

بقیہ: بچوں کا گوشہ

اپنے شاگرد کی بے وفائی دیکھ کر ایک استاد نے کہا تھا۔

یا تو دنیا میں وفا ہی نہیں ہے یا دنیا میں

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(عابد جلال آبادی)

نرالی شان سے دنیا میں ختم المرسلینؐ آئے
وہ تکمیل رسالت کو امام العالمینؐ آئے
یہ محبوب خدا کے حسن کا پرتو ہے دنیا میں
انھیں کے حسن کا صدقہ لیے سب ماہ جبین آئے
ہوا ہے اور نہ ہوگا حشر تک ان سا زمانے میں
نہیں ہمسر ہے آقاؐ کا کوئی کتنا حسین آئے
تنازعہ جب ہوا تھا سنگ اسود کے لگانے کا
تو منصف بن کے کعبے میں وہ صادق اور امین آئے
سیہ کاروں کی بخشش کا بھی پیدا ہو گیا ساماں
شفاعت کے لیے ان کے شفیع المذنبین آئے
وہ کیا تھی شان سلطانی میسر آقائے مدنی کی
کہ ان کے در کی دربانی کو بھی روح الامین آئے
وہ فیضان نظر تھا آپؐ کا اپنے صحابہؓ پر
قیادت کے لیے دنیا کی وہ صحرا نشین آئے
تھیں عابدؔ کفر و ظلمت کی گھٹائیں ہر طرف چھائیں
خوشا قسمت جہاں میں رحمت للعالمینؐ آئے

بیگم خان محبوب طرزی

دسترخوان

مغلئی سالن

گوشت ـــــ آدھ سیر
گھی ـــــ آدھ پاؤ
دارچینی اور الائچی ـــــ ایک ایک ماشہ
مرچ ـــــ ڈھائی ماشہ
زعفران ـــــ ½ ماشہ
پیاز ـــــ آدھ پاؤ
ادرک ـــــ ایک تولہ

ترکیب: پہلے گوشت کے پارچے گھی میں بادامی کرکے تھوڑی پیاز سے بگھار لینا چاہیے بعد میں ایک چمچہ پانی کے ساتھ نمک اور تھوڑا دھنیا ملا دیجیے جب پانی خشک ہوجائے تو مزید تھوڑا پانی دے کر اور ادرک پیس کر لیں اور اچھی طرح سے پکائیں۔ تیار ہوجانے کے بعد موٹی موٹی پیاز کاٹ کر ڈال دی جائے اور مسالے دے کر کچھ دیر بعد اتار لیا جائے۔

بادام کا سالن

گوشت ـــــ آدھ سیر
گھی ـــــ ۲ چھٹانک
دہی ـــــ آدھ پاؤ
مغز بادام ـــــ ۳ چھٹانک
دارچینی، لونگ، الائچی، زعفران، زیرہ } ـــــ ایک ایک ماشہ
پیاز ـــــ دو چھٹانک
ہلدی، دھنیا، لہسن، ادرک } ـــــ ایک ایک تولہ
نمک ـــــ ۲ تولہ
کاغذی لیمو ـــــ ۲ عدد
مرچ سرخ ـــــ ۲ ماشہ
مرچ سیاہ ـــــ ″

ترکیب: پہلے گوشت کا معمولی قورمہ تیار کریں پھر شوربہ سے بوٹیاں نکال لیں اور شوربہ چھان کر اس میں دوبارہ بوٹیاں ڈال دیں۔ بادام کی گری کو ابال کر چھلکے علیحدہ کرکے پیس لیں اور تلی ہوئی پیاز اور پسی ہوئی زعفران کے ساتھ شوربہ میں ڈال دیں اس کے بعد گرم مسالہ ڈال کر عرق لیمو چھوڑ دیں اور انگاروں پر لگا دیں۔ اسی طرح پستہ کا قورمہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔ بادام پستہ کی گری ابال کر چھیلنے کے بعد ہوائی بنا کر بھی ڈالتے ہیں۔

نرگسی سالن

گوشت ـــــ ایک سیر
گھی ـــــ ایک پاؤ
دارچینی، لونگ، الائچی ہر ایک ـــــ دو دو ماشہ
مرچ سیاہ ـــــ ۴ ماشہ
زعفران ـــــ ½ ماشہ
پیاز ـــــ ایک پاؤ
ادرک، دھنیا، نمک ہر ایک ـــــ دو دو تولہ
انڈا ـــــ ایک یا دو عدد
پالک کا ساگ ـــــ ایک پاؤ

ترکیب: پہلے گوشت کو ۲ چھٹانک گھی اور پیاز سرخ کرکے بگھارے اور بادامی کرلیں پھر نمک اور دھنیا دے کر باہم ملائیں اور حسب ضرورت پانی دے کر گلائیں پھر نصف مسالہ اور زعفران دے کر اتار لیں۔ ساگ کو علاحدہ ایک چھٹانک گھی میں بھون لیں اور طباق یا ماہی توے میں پھیلا دیں اور اسی میں انڈے

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

کیا آپ جانتے ہیں

مرسلہ: سمیعہ خالد (دہلی)

- نادر شاہ درانی ایک غریب گڈریا تھا
- سلطان قطب الدین ایک غلام سے ترقی کرکے بادشاہ بنا۔
- فرانس کا نپولین ایک معمولی سپاہی تھا جو آگے چل کر ملک کا حکمراں بنا۔
- اٹلی کا ڈکٹیٹر مسولینی ایک غریب لوہار کا بیٹا تھا۔
- روسی صدر اسٹالن ایک موچی کے گھر پیدا ہوا تھا۔
- امریکی صدر آئزن ہاور ایک اخبار فروش تھا۔
- ترکی کی صبیحہ خانم کو دنیا کی پہلی خاتون پائلٹ سمجھا جاتا ہے۔
- موٹر سائیکل کا بانی جرمن سائنس داں "وڈیلر" ہے۔
- صوبہ بلوچستان میں بعض علاقے ایسے ہیں جہاں ایک عجیب و غریب پرندہ پایا جاتا ہے اس کا نام "سرایں" ہے اس پرندے کی چونچ میں بارہ سوراخ ہوتے ہوتے ہیں جب وہ سانس لیتا ہے تو ان سوراخوں سے ایک مترنم آواز نکلتی ہے بہت سے پرندے اس کی آواز سن کر اس کے گرد اکٹھے ہوجاتے ہیں ان میں جو پرندہ اسے پسند آتا ہے وہ اسے شکار کرلیتا ہے اور پھر سانس کو اندر کھینچتا ہے جس سے ایک خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ اس کے گرد بیٹھے پرندے ڈر کر اڑ جاتے ہیں۔

بقیہ: دسترخوان

چھینٹ کر ملائیں پھر طباق کو کوئلوں پر رکھ دیں جب وہ اچھی طرح سے پک جائے تو بقیہ مسالہ دے کر اتار لیں اور گوشت کو ایک برتن میں نکال کر اوپر سے اسے چھڑک دیں۔

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

لب پر درود دل میں خیالِ رسولؐ ہے
اب میں ہوں اور کیف وصالِ رسولؐ ہے
دائم بہارِ گلشن آلِ رسولؐ ہے
سینچا گیا لہو سے نہالِ رسولؐ ہے
حسنِ حسنؓ کو دیکھ حسینِ حسینؓ کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے
ابوبکرؓ ہوں عمرؓ ہوں وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے
اسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سردار مومنین بلالِ رسولؐ ہیں
سجدہ جو ہے شفاعت کبریٰ کے واسطے
امت کے حق میں حق سے سوالِ رسولؐ ہے
ہاں نقش پائے ختم رسل میرا تخت ہے
ہاں میرے سر کا تاج نعالِ رسولؐ ہے
جام جم اس کے سامنے کیا چیز ہے نفیس
جس کو نصیب جام سفالِ رسولؐ ہے